مدینہ منورہ

اس کے فضائل - مسجد نبوی - حجرہ نبویہ

تقریظ معالی الشیخ

پروفیسر عبد الرحمن بن عبد العزیز السدیس

چیرمین امور مسجد حرام اور مسجد نبوی

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المحسن بن محمد القاسم

امام و خطیب مسجد نبوی شریف

مدینہ منورہ

اس کے فضائل - مسجد نبوی - حجرہ نبویہ

کتاب لوڈ کرنے کے لیے بار کوڈ اسکین کریں

a-alqasim.com

مدینہ منورہ

اس کے فضائل - مسجد نبوی - حجرہ نبویہ

تقریظ

معالی الشیخ پروفیسر عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس

چیرمین امور مسجد حرام اور مسجد نبوی

امام وخطیب مسجد حرام

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم

امام وخطیب مسجد نبوی شریف

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر آپ کے علم میں مدینہ کی تاریخ وواقعات پر مشتمل کوئی کتاب ہو جیسے مکہ کی تاریخ وواقعات کے سلسلے میں تصانیف موجود ہیں، توامید کہ مجھے مطلع فرمائیں گے"۔ فتاوی 6/۳۷۳۔

تقدیم

از عزت مآب پروفیسر شیخ عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سبحانه حق حمده، ونسبح بحمده ومجده، ونسأله صلاح الحال وحسن العواقب، ونصلي على نبينا وسيدنا وحبيبنا محمد بن عبد اللّٰه المجتبى بأشرف الخصال وأزكى المناقب، صلى اللّٰه عليه وعلى آله وصحبه المخصوصين في الاقتداء بأسمى المراتب والتابعين ومن تبعهم بإحسان مادام الجديدان في دأب وتعاقب، وسلم تسليماً كثيراً.

اللہ کی شایان شان تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالی کے لیے ہیں، ہم اس کی پاکیزگی، بزرگی اور حمد بیان کرتے ہیں اور اس سے حالات کی درستگی اور انجام کی بہتری کے طلب گار ہیں اور اپنے پیارے نبی و سردار اور پاکیزہ وبلند ترین اخلاق واوصاف اور فضائل کے لیے منتخب ذات محمد بن عبد اللہ پر درود وسلام بھیجتے ہیں؛ اللہ تعالی آپ پر اور بلند ترین مقام ومرتبہ پر فائز آپ کے آل واصحاب اور تابعین پر نیز گردش لیل ونہار کے باقی رہنے تک بھلائی کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں پر بے شمار درود وسلام نازل فرمائے۔

اللہ تعالی کمال حکمت سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾

(اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے)۔[سورۃ القصص:68]

اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے بعض بابرکت جگہوں اور مقدس مقامات کو منتخب فرمایا، انہیں خاص فضیلتیں مرحمت فرمائیں اور تقدس و حرمت سے گھیر دیا اور ان میں انجام دیے جانے والے اعمال کے اجر کو کئی گنا بڑھا دیا۔ انہیں میں سے ایک شہر مدینہ منورہ ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کی جائے ہجرت کے لیے منتخب کیا، جس میں نبی ﷺ نے اپنی مبارک مسجد تعمیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو آپ ﷺ کے نزدیک محبوب وپسندیدہ بنا دیا اور اس سے بیماریوں کو دور کر دیا، اس میں برکتیں نازل فرمائیں اور اس کے باشندوں کے ساتھ برا چاہنے والے کو اپنے نبی ﷺ کی زبانی سخت وعید سنائی، اسی طرح اللہ تعالی نے شہرِ مدینہ کو ایمان سمٹنے کی جگہ (پناگاہ) بنایا، یہ مدینہ ملکوں کا تاج اور سلطنتوں کی زیبائش ہے۔ جسے نبی ﷺ اور آپ کے شہر سے محبت ہو گی وہ آپ ﷺ کی سنت کو لازم پکڑے گا، اس کا دفاع کرے گا نیز ظاہر و باطن ہر اعتبار سے اس کو اپنائے گا اور تعصب و بے جا حمایت سے دور رہ کر درست فکر و نظر کے ساتھ اس کے چشمے سے فیضیاب ہو گا۔

بَطَيبَـــةَ رَســـمٌ لِلرَسولِ وَمَعهَدُ ... مُنيرٌ وَقَد تَعفـو الرُسـومُ وَتَهمَدُ

وَلا تَمتَحي الآياتُ مِن دارِ حُرمَةٍ ... بِها مِنبَرُ الهادي الَذي كانَ يَصعَدُ

وَواضِـحُ آثــارٍ وَباقي مَعالِــمٍ ... وَرَبــعٌ لَهُ فيـهِ مُصَلّى وَمَسجِدُ

بِها حُجُراتٌ كــانَ يَنزِلُ وَسطَـها ... مِنَ اللَهِ نــورٌ يُستَضــاءُ وَيـوقَدُ

مَعارِفُ لَم تُطمَس عَلى العَهدِ آيُها ... أَتاها البِلى فَالآيُ مِنـــها تُجَـدَّدُ

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے آثار و منازل باقی و روشن ہیں، جبکہ دیگر آثار کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ مٹ جاتے اور بے نام و نشان ہو جاتے ہیں۔

حرمت والے مقام سے آپ کی نشانیاں ختم نہیں ہوئیں جہاں ہادی ﷺ کا وہ منبر موجود ہے جس پر وہ رونق افروز ہوا کرتے تھے۔

یہاں آپ کی یادگار کے واضح نقوش و نشانات ہیں اور وہ جگہ بھی موجود ہے جس میں آپ کا مصلی اور مسجد ہے۔

اور وہ حجرے بھی ہیں جن کے اندر تجلیاتِ (وحی الہی) کا نزول ہوتا تھا جس سے روشنی پھیل جاتی تھی۔

نبی ﷺ کی وفات جو کہ مدینہ طیبہ کے لیے ایک بڑی مصیبت بن کر آئی مگر اس کے باوجود ایمان کی علامتیں جن کو ہم جانتے ہیں ہنوز باقی ہیں بلکہ روز افزوں ہے۔

مدینہ منورہ ہر دور اور ہر مانے میں علماء کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے، چنانچہ اس کی تاریخ، اس کے فضائل، آداب و احکام، الغرض اس کے مختلف پہلوؤں پر متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ ہمارے لیے بڑی خوشی اور مسرت و شادمانی کی بات ہے کہ (مدینہ نبویہ، اس کی فضیلت، مسجد نبوی، حجرہ نبویہ) نامی یہ مفید کتاب ہماری نگاہوں کے سامنے ہے جس کے مؤلف ہمارے برادر عزیز، فاضل دوست جناب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم—امام و خطیب مسجد نبوی- ہیں، اس کتاب میں انہوں نے مدینۃ الرسول ﷺ کے متعلق احکام اور اس کے فضائل میں مروی روایتوں کا ایک ذخیرہ جمع کر دیا ہے، جس میں انہوں نے صحیح روایتوں، واضح نصوص اور آسان و سلیس جملوں کا بے حد خیال رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ شرف بخشا ہے کہ تقریبا پچیس سالوں سے وہ مدینہ میں مسجد نبوی شریف کی امامت وخطابت اور اس میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، بنا بریں وہ مدینہ کے فضائل، مقام اور احکام کے موضوع پر خامہ فرسائی کرنے کے بجا طور پر اہل ہیں۔

مملکت سعودی عرب کے اس عہدِ زریں میں مدینہ منورہ کو اس مبارک ملک کے حکمرانوں کی خصوصی توجہ حاصل ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور ان کے مقدس مقامات کی تعظیم کے تیئں ان حکمرانوں کی توجہ وعنایت کا ایک تسلسل ہے۔اس خصوصی اہتمام کا اثر حجاج، زائرین اور عمرہ کرنے والوں نے واضح طور پر محسوس کیا ہے۔ ریاسہ عامہ برائے امور مسجد حرام ومسجد نبوی میں رہتے ہوئے ہماری پوری کوشش ہے کہ حرمین شریفین کے بلند مقام ومرتبہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جائے، زائرین، حجاج اور معتمرین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مسجد حرام اور مسجد نبوی کے احکام وآداب سے روشناس کرایا جائے جس سے اس بہترین حکومت کی توقعات بر آسکیں۔

فاضل مولف کا میرے بارے میں یہ حسن ظن ہے کی انہوں نے اپنی اس تالیف کے لیے بطور مقدمہ مجھے یہ چند سطریں لکھنے کا موقع عنایت فرمایا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب اور اس کے مؤلف کو لوگوں کے لیے نفع بخش بنائے، نیز میرے، مؤلف اور قارئینِ کتاب کے اجر وثواب کو دوگنا چوگنا کر دے اور ہمارے عقیدہ، ہماری قیادت، ہمارے ملک اور ہماری خوشحالی، امن وامان اور استقرار کی حفاظت فرمائے۔ اللہ ہی سب سے بہتر ہے کہ اس سے مانگا جائے اور وہی سب سے زیادہ سخی

وفیاض ہے کہ اس سے لو لگایا جائے اور امیدیں وابستہ کی جائیں۔

اللہ تعالی ہمارے نبی محمد اور آپ کے آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل فرمائے۔۔

از

عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس

صدر عمومی برائے امور مسجد حرام ومسجد نبوی

وامام وخطیب مسجد حرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے شہر مدینہ منورہ کو متعدد فضیلتوں سے سرفراز فرمایا ہے، اور اسے خیر وبرکت کا گہوارہ بنایا ہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں کو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے فرطِ شوق سے بھر دیا ہے۔ بڑے بڑے ماہر اور چوٹی کے علما نے اس بات کی تمنا کی ہے کہ کاش تاریخِ مدینہ سے متعلق کسی کتاب تک ان کی رسائی ہوتی، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اگر آپ کے علم میں مدینہ کی تاریخ وواقعات پر مشتمل کوئی کتاب ہو جیسے مکہ کی تاریخ وواقعات کے سلسلے میں تصانیف موجود ہیں، تو امید کہ مجھے مطلع فرمائیں گے»[1]۔

زیرِ نظر کتاب کے ذریعہ مدینہ کے زائرین اور دیگر لوگ، رسول اللہ ﷺ کے شہر اور ان کی مسجد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی اپنی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں گے، اس کتاب کا نام میں نے: (**مدینہ مُنَوَّرہ[2] - اس کے فضائل، مسجد نبوی اور حجرہ نبویہ -**) رکھا ہے۔

---

(1) فتاوی شیخ الاسلام (373/6)۔

(2) اس کو مُنَوَّرہ (روشن کیا ہوا) اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ وحی کے نزول کے سبب یہ شہر روشن ومنور ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے اور اسے اپنی خوشنودی کے لیے خالص کر لے۔

اللہ تعالی ہمارے نبی محمد اور آپ کے تمام آل واصحاب پر بے شمار درود وسلام نازل فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالمحسن بن محمد القاسم۔
امام وخطیب مسجد نبوی شریف۔

مدینہ منورہ کا سفر

اخلاصِ نیت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

(میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں)۔ [سورۃ الذاریات:56]

اور خالص اپنی ہی عبادت کا حکم دیتے ہوئے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا:

﴿قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ﴾

(آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لیے عبادت خالص کرلوں)۔ [سورۃ الزمر:11]

اور گذشتہ امتوں کو بھی اخلاص کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ﴾

(انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا)۔[سورۃ البینۃ:۵]

اور امتِ محمدیہ کو بھی صرف اپنی ہی عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾

(تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے)۔ [سورۃ الکھف: ۱۱۰]

اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ شرک اور ریاکاری سے پاک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ العَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصاً، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ» اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لیے ہو، اور اس سے اللہ کی رضا مقصود و مطلوب ہو۔ (سنن نسائی)

لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال، جن میں حج، عمرہ اور مسجد نبوی کی زیارت بھی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کے لیے کرے اور اس کا مقصود دکھاوا، شہرت طلبی اور فخر ومباہات نہ ہو۔

نیز اخلاص کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عمل نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا؛ فَهُوَ رَدٌّ» جس نے ایسا عمل کیا جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مسترد ہے۔ (صحیح مسلم)

جو خالص اللہ کے لیے اور کتاب و سنّت کے مطابق عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں میں سعادت وخوش بختی سے بہرہ مند کرے گا اور جنت نصیب فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾

(جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن با ایمان ہو تو ہم یقیناً نہایت

بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے)۔ [سورۃ النحل:۹۷]

ریاکاری کی تباہ کاریاں

ریاکاری کا مطلب یہ ہے کہ انسان کوئی نیک عمل اس مقصد سے مزین اور خوش نما بنا کر انجام دے کہ لوگ اس پر اس کی تعریف کریں۔اس میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان عمل تو اللہ کے لیے پوشیدہ طور پر کرے لیکن بعد میں اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنے لگ جائے۔اور اس ریاکاری کا تسلط عبادت گزار بندہ ہی پر ہوتا ہے۔ نیز یہ ریاکاری اس امت کے لیے دجال کے فتنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ؟ قَالَ: قُلْنَا: بَلَى! فَقَالَ: الشِّرْكُ الْخَفِيُّ؛ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ» کیا میں تمھیں اس چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمھارے لیے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟ ہم نے کہا بالکل (بتائیے)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ) شرک خفی ہے یعنی آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لیے مزین کرے کہ اسے دوسرا شخص دیکھ رہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حج اور عمرہ اللہ تعالی کے یہاں افضل ترین اعمال میں سے ہیں اسی لیے شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ ان دونوں اعمال کو ریاکاری کے ذریعے ضائع اور برباد کرکے رکھ دے چنانچہ بندہ کے لیے یہ بات مزین کرتا ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ میں نے بیت اللہ کا حج کیا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اسے حاجی کہیں۔

ریاکار اپنے عمل کے ثواب سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے (حدیث

قدسی) میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ» میں تمام شرکاء کی بنسبت شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ کوئی شخص جب کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرتا ہے تو میں اسے اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

ریاکاری کرنے والے کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَٰلَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۞ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا ٱلنَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا۟ فِيهَا وَبَٰطِلٌ مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾

(جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں)۔ [سورۃ الھود:۱۵-16]

اور ریا کا علاج یہ ہے کہ (اللہ سے) اخلاص کی دعا مانگی جائے اور اس کی عظمت و برتری اور مخلوق کی کمزوری و بے بسی کا تصور ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رہے اور یقین ہو کہ دنیا کے لوگ آپ کو صرف اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھ دیا ہے، نیز اپنے نیک اعمال کو چھپانے کی کوشش کی جائے تاکہ اللہ رب العالمین کے ہاں یہ آپ کے لیے ذخیرہ بن جائیں۔

مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والا کیا نیّت کرے؟

وہ صرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کرے اور یہی مدینہ کی زیارت اور اس کے لیے سفر کرنے کا مقصد بھی ہے۔ وہ اپنے ملک سے نبی ﷺ یا کسی اور کی قبر کی زیارت کی نیّت سے سفر نہ کرے۔ کیونکہ تین مسجدوں کو چھوڑ کر بعینہ کسی جگہ کی خاطر (یعنی عبادت کے لیے) رختِ سفر باندھنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مسجدي هذا والمَسْجِدِ الحَرَامِ، وَالمَسْجِدِ الأَقْصَى» تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے لیے رختِ سفر نہ باندھا جائے: میری مسجد (مسجد نبوی) مسجد حرام اور مسجد اقصی۔ (متفق علیہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ» - پہلے حرف (یعنی تا) کے ضمہ کے ساتھ - نفی کا صیغہ ہے لیکن اس سے مراد نہی ہے یعنی ان کے علاوہ کسی اور جگہ کا سفر کرنا منع ہے[1]۔ اور ابو محمد جوینی لکھتے ہیں «ان تین کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام ہے جیسا کی اس حدیث کے ظاہر پر عمل کا تقاضہ ہے»[2]۔

اور جب وہ مدینہ منورہ پہنچ جائے تو نبی ﷺ اور صاحبین کی قبروں کی زیارت کرے۔ مسجد قبا، قبرستان بقیع اور قبرستان شہدائے احد کی زیارت کرے اور یہ زیارتیں مسجد نبوی کی زیارت کے تابع ہیں، مستقل نہیں ہیں۔ یعنی ان کی غرض سے سفر نہیں کیا جاسکتا جیسا

---

(1) فتح الباری، 64/3

(2) فتح الباری، 65/3

کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ «اگر کوئی اپنے گھر سے مسجد قبا کے لیے سفر کرے تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ مسجد نبوی کا سفر کرے اور پھر اس کے بعد وہاں سے مسجد قبا جائے تو یہ اس کے لیے مستحب عمل ہے جیسا کہ اہل بقیع اور شہدائے احد کی قبروں کی زیارت مستحب ہے»[1]۔

البتہ تجارت یا حصول علم یا صلہ رحمی کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں زمین کے کسی حصے یا جگہ کی فضیلت کی وجہ سے سفر نہیں کیا جارہا ہے بلکہ اس میں مسافر کا ارادہ محض اپنا مقصود حاصل کرنا ہوتا ہے وہ جہاں سے بھی حاصل ہو جائے۔ مثلاً اگر تجارت مشرق میں ہو تو وہاں کا سفر کرتا ہے اور اگر مغرب میں ہو تو اس طرف سفر کرتا ہے، کسی خاص جگہ کے ارادے سے سفر نہیں کرتا بلکہ اپنے مطلوبہ امور کے ارادے سے سفر کرتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ «نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ تین مساجد کے علاوہ کسی کی طرف سفر نہیں کیا جا سکتا، ہر اس سفر کی ممانعت کو شامل ہے جو بعینہ کسی خاص جگہ کی غرض سے کیا جائے، طلب علم یا تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنا اس میں نہیں داخل ہے کیونکہ یہ سفر محض اس حاجت کے لیے ہوتا ہے وہ جہاں بھی ہو۔ اسی طرح اپنے مسلمان بھائی سے ملنے کے لیے سفر کرنا بھی اس ممانعت میں داخل نہیں ہے کیونکہ مقصود ملاقات ہے جہاں بھی ہو جائے (جگہ مقصود نہیں ہے)»[2]۔

---

(1) فتاوی شیخ الاسلام 22/27

(2) فتاوی شیخ الاسلام 21/27

عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا

اللہ تعالیٰ نے عورت کو بلند مقام عطا فرمایا ہے اور اس کو تحفظ فراہم کیا ہے۔اور عورت کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنے محرم[1] کے بغیر سفر نہ کرے جو اس کی حفاظت کرے اور اس کا خیال رکھے اور اس سے اہل شر کو دور رکھے۔ محرم کی اہمیت کے پیش نظر محرم میسر نہ ہونے کی صورت میں اللہ تعالی نے عورت سے حج اور عمرہ کو ساقط کر دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ» جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایک دن کا سفر بھی محرم کے بغیر کرے۔(صحیح مسلم)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا فرمان «لَا تسافر المرأة إلَّا مع مَحْرَم» کہ عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے، یہ حکم عام ہے جو کہ ہر سفر کو شامل ہے لہذا اس میں حج بھی داخل ہے[2]۔

عورت کا قابل اعتماد خواتین کے ساتھ سفر کرنا بھی محرم کا بدیل نہیں ہو سکتا۔اور اگر عورت حج یا عمرہ کی نیت کرے اور اسے کوئی محرم نہ ملے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اجر دیتا ہے گرچہ حج یا عمرہ کی ادائیگی نہ کرے۔

---

(1) عورت کے محرم یہ لوگ ہیں شوہر یا جن سے شادی کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے بیٹا بھائی لیکن چچازاد بھائی اور دیور اور بہنوئی ان میں سے کوئی بھی محرم نہیں ہو سکتا۔

(2) فتح الباری، 77/4

کسی شخص کے ذریعے نبی ﷺ کو سلام بھیجنے کا حکم

بعض لوگ مدینہ منورہ جانے والے سے کہتے ہیں کہ جب آپ نبی ﷺ کی قبر پر تشریف لے جائیں تو ان کو میرا اسلام پہنچائیں۔ یہ عمل جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ شرف بخشا ہے کہ آپ تک سلام پہچانے کے لیے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو آپ ﷺ کی امت کی طرف سے ہر جگہ سے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ یہ کہتے ہیں: «**اللهم صل وسلم على نبينا محمد**» تو آپ کسی بھی جگہ ہوں، فرشتے آپ کا سلام نبی ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «**إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ**» اللہ کے فرشتے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں، وہ مجھ تک میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ (سنن نسائی)

اور اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ میرا اسلام نبی ﷺ کو پہنچا دینا تو اس کو کہیں کہ تم اپنی جگہ پر ہی «اللھم صل وسلم علی نبینا محمد» درود پڑھو اللہ کے فرشتے تمہارا اسلام نبی ﷺ تک پہنچا دیں گے۔

اور یہ شریعت اسلامیہ کی آسانیوں میں سے ہے۔ چنانچہ جب نبی ﷺ نے اپنی قبر پر بار بار آنے سے روک دیا تو لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں وہیں سے آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھیں اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ درود و سلام مجھ تک پہنچ جائے گا اور اپنی امت کو اس مشقت میں نہیں ڈالا کہ وہ سلام کے لیے آپ کی قبر پر حاضری دیں۔

مدینہ منورہ کی طرف پہنچنا

مدینہ منورہ پہنچنے کی نعمت

مدینہ منورہ بابرکت شہر ہے۔ نبی ﷺ نے مدینہ اور اس کے کھانے میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔ یہ نبی ﷺ کا محبوب شہر ہے اور جو چیز آپ ﷺ کو محبوب اور پسند ہو اسے ہر مسلمان کو لازمی طور پر پسند کرنا چاہیئے۔

لہذا جب آپ مدینہ پہنچ جائیں تو اس مبارک شہر کی حاضری پر اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکریہ ادا کریں۔ کیونکہ کتنے ایسے مسلمان ہیں جو مدینہ کی زیارت کی خواہش کی تکمیل سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔ تو اس حاضری کی نعمت کو غنیمت سمجھیں اور جب مدینہ سے نکلنے لگیں تو استقامت، عمدہ اخلاق اور حسن معاملہ سے مزین ہو کر بہترین حالت میں نکلیں۔

مدینہ اسلام سے پہلے

سب سے پہلے جن کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ انہوں نے مدینہ کی سکونت اختیار کی وہ «عمالقہ» ہیں اور وہ عربوں میں سے تھے، پھر ملک شام سے یہودی آکر یہاں آباد ہوئے جب وہاں پر انہیں اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور بیت المقدس اجڑ گیا۔ان لوگوں نے مدینہ کو اس لیے اختیار کیا کیونکہ ان کے علماء کو تورات میں اس بات کا ذکر ملا تھا کہ ایک نبی آئے گا جس کی جائے ہجرت مدینہ ہوگا؛اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟
فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ﴾

(اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آپہنچی تو پھر کفر کرنے لگے)۔ [سورۃ البقرہ:89]

یہودیوں کے مشہور ترین قبیلے جنہوں نے مدینہ کی سکونت اختیار کی وہ بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع ہیں اور اوس اور خزرج کی مدینہ آمد سے پہلے یہاں ہمیشہ یہودیوں ہی کی اکثریت تھی اسی لیے جب اوس اور خزرج مدینہ آئے تو انہوں نے یہودیوں کے ساتھ باہمی اتحاد وتعاون اور امن کا معاہدہ کیا اور وہ مال ودولت اور ساز وسامان کے مالک ہوگئے۔ ان کی یہ پوزیشن دیکھ کر یہودی ان سے خطرہ محسوس کرنے لگے اوران کے ساتھ معاہدہ توڑ لیا، لیکن بالآخر مدینہ میں غلبہ اوس اور خزرج ہی کو حاصل ہوا۔

اوس اور خزرج کے درمیان پیار و محبت اور بھائی چارہ تھا پھر ان کے درمیان اختلاف اور

دشمنی پیدا ہو گئی چنانچہ ان کے درمیان بڑی بڑی جنگیں ہوئیں ان میں سے مشہور ترین اور آخری جنگ «یوم بعاث» ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «**كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ، يَوْماً قَدَّمَهُ اللَّهُ لِرَسُولِهِ ﷺ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ، وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا، فَقَدَّمَهُ اللَّهُ لِرَسُولِهِ ﷺ فِي دُخُولِهِمْ فِي الإِسْلَامِ**» بعاث کے دن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے فائدہ کے لیے پہلے سے متعین فرمادیا تھا رسول اللہ ﷺ (جب مدینہ) تشریف لائے تو ان کی جماعتوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی ان کے سردار مارے جا چکے تھے (کچھ) زخمی ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنے رسول اکرم ﷺ کے فائدے کے لیے پہلے سے متعین فرمادیا تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوں گے۔ (صحیح بخاری)

پھر نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءً
فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنًا﴾

(اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے)۔
[سورۃ آل عمران: 103] پھر مدینہ میں اسلام مزید پھیل گیا[1]۔

---

(1) تفسیر ابن جریر ۵/۶۵۰ الدر الثمینۃ ص 57 وفاء الوفاء 156/1

مدینہ کے ناموں کا بیان

نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر وہیں سے اللہ تعالی نے مکہ سمیت تمام شہروں کی فتح عطا فرمائی اور مدینہ ہی سے اسلام پورے اکناف عالم میں پھیلا۔ مدینہ کی شرف و منزلت کی وجہ سے اس کے کئی نام ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں مکہ اور مدینہ سے زیادہ نام ہم کسی شہر کا نہیں جانتے کیونکہ یہی دو شہر ہیں جو روئے زمین میں سب سے افضل ہیں[1]۔

مدینہ منورہ کے کچھ نام یہ ہیں۔

1- مدینہ: اور یہی اس کا سب سے مشہور نام ہے اور اس کے لیے بطور عَلَم (نمایاں نام) استعمال ہوتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: «أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ القُرَى، يَقُولُونَ يَثْرِبُ، وَهِيَ المَدِينَةُ» مجھے ایسے شہر جانے کا حکم دیا گیا جو دوسرے شہروں کو کھا جائے، لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں جبکہ اس کا نام مدینہ ہے۔ (متفق علیہ)

اور قرآن مجید میں اس شہر کا یہ نام چار آیتوں میں آیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «جب مطلق لفظ مدینہ بولا جائے تو اس سے مراد شہر مدینہ ہوگا اور جب کوئی اور شہر مقصود ہو تو پھر اس کو مقید ذکر کیا جائے گا»[2]۔

2- طیبہ: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لاٹھی ممبر پر مارتے ہوئے فرمایا: «هَذِهِ طَيْبَةُ، هَذِهِ طَيْبَةُ ، هَذِهِ طَيْبَةُ» یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔ (صحیح مسلم)

---

(1) تہذیب الأسماء واللغات 157/4.

(2) فتح الباری ۸۱/۴

3- طابہ: نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ» اللہ تعالی نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔(صحیح مسلم)

4- اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں « سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةَ » میں نے نبی ﷺ کو سنا کہ انہوں نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔(مسند احمد)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: « مدینہ کا نام طیبہ اور طابہ ان الفاظ کے حسن کی وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ نبی ﷺ خوبصورت نام کو پسند کرتے تھے اور برے نام کو ناپسند کرتے تھے »[1]۔

(1) شرح صحیح مسلم ۱۵۴/۹

وہ نام جسے نبی ﷺ نے مدینہ کے لیے ناپسند فرمایا

نبی ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے اسے یثرب کہا جاتا تھا۔ جب آپ یہاں تشریف لائے تو اس نام کو ناپسند کیا اور فرمایا: «يَقُولُونَ يَثْرِبُ ، وَهِيَ الْمَدِينَةُ» کہ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں جبکہ یہ مدینہ ہے۔ (متفق علیہ)

اور اس نام کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ «ثَرَب» سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں فساد، یا «تثریب» سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: ڈانٹنا اور ملامت کرنا۔ اور نبی ﷺ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے اور برے نام کو اچھے نام سے تبدیل کر دیتے تھے۔

اور قرآن میں اس کا نام جو یثرب آیا ہے وہ منافقوں اور بیمار دلوں والوں کی زبانی حکایت کے طور پر ذکر ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَٱرْجِعُوا۟﴾

(اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہل یثرب (یہاں) تمہارے لیے (ٹھہرنے کا) مقام نہیں تو لوٹ چلو)۔ [سورۃ الأحزاب: 13]

اور نبی ﷺ نے مدینہ کے لیے جو یثرب کا نام استعمال کیا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: «رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ، فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ، فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ» میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے ایک ایسی جگہ کی طرف جا رہا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں تو میرا خیال ہوا وہ مقام یمامہ ہے یا ہجر لیکن در حقیقت وہ مدینہ یثرب تھا۔ (متفق علیہ)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «لَا أُرَاهَا إِلَّا يَثْرِبَ» مجھے لگ رہا ہے کہ وہ یثرب ہی ہے۔(صحیح مسلم)

تو یہ مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے۔

نبی ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کیوں کی؟

مکہ مکرمہ نبی ﷺ کا شہر ہے اور آپ ﷺ کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام سے لے کر تمام آباء و جداد کا بھی یہی شہر ہے۔ آپ ﷺ یہیں پیدا ہوئے اور آپ ﷺ پر سب سے پہلی وحی بھی یہیں پہ نازل ہوئی۔ لیکن جب آپ نے اہل مکہ کو توحید کی دعوت دی تو وہ آپ کو تکلیف دینے لگے، آپ کا مذاق اڑانے لگے اور آپ کو شعب ابی طالب میں بند کر دیا اور آپ کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ﴾

(اور (اے ﷺ! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے)۔ [سورۃ الأنفال:30]

چنانچہ جب آپ پر اذیتیں بڑھ گئیں اور اہل مکہ نے آپ کو اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے سے روک دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی تاکہ آپ اللہ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلائیں اور لوگ اسلام میں داخل ہوں۔

کیا مدینہ میں داخل ہونے کی کوئی خاص دعا ہے؟

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی کوئی خاص دعا نہیں ہے البتہ ایک عام دعا ہے جو مدینہ اوراس کے علاوہ کسی بھی شہر میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاسکتی ہے۔صہیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

«اللَّهُمَّ رَبَّ السموَاتِ السَّبعِ وَما أظْلَلْنَ، وَالأَرْضِين السَّبْع وَما أقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّياطينِ وَمَا أضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّياحِ وَمَا ذَرَيْنَ، أسأُلُكَ خَيْرَ هَذِهِ القَرْيَةِ وَخَيْرَ أهْلِها وَخَيْرَ ما فِيها، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرّها وَشَرّ أهْلها وَشَرّ ما فِيهَا» اے ساتوں آسمانوں اوران کے زیرِ سایہ تمام چیزوں کے پروردگار! اوراے ساتوں زمینوں اوران کی اٹھائی ہوئی تمام چیزوں کے پروردگار! اوراے شیطانوں اوران کے بہکائے ہوئے لوگوں کے پروردگار! اور اے ہواؤں اور ان کی بکھیری ہوئی تمام چیزوں کے پروردگار! میں تجھ سے اس بستی اوراہالیانِ بستی کی بھلائی مانگتاہوں اوراس میں موجود ہر چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے اس بستی اوراہالیانِ بستی اوراس میں موجود ہر چیز کے شر سے پناہ مانگتاہوں۔(سنن نسائی)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی جگہ پڑاؤ ڈالے اور یہ دعا پڑھے: «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» کہ میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی شر سے جو اس نے پیدا کی۔ توجب تک وہ اس جگہ سے کوچ نہیں کر جاتا اس وقت تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاسکے گی۔(صحیح مسلم)

زائرینِ مدینہ کے لیے چند آداب

مدینہ کی زیارت کرنے والے پر اللہ کا فضل ہے کہ اسے اس بابرکت شہر کی زیارت کی نصیب فرمائی، اب زائرین پر بھی ضروری ہے کہ وہ اِن آداب کا خیال رکھیں:

1 - یہ یاد رکھیں کہ نبی ﷺ جو دعوت لے کر آئے وہ یہی تھی کہ اللہ کی توحید کا اقرار کیا جائے اور صرف اسی کو پکارا جائے؛ اسی لیے زائرین پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اس دعوت پر عمل کرتے ہوئے صرف اللہ کو پکاریں اور اپنی تمام حاجات اسی کے سامنے رکھیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ﴾

(اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں)۔ [سورۃ الأنعام: 17]

2 - یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مدینہ فضیلت والا شہر ہے لہذا ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنا وقت مسجد نبوی میں نماز، تلاوت قرآن، اللہ کے ذکر اور دیگر عبادات وطاعات میں گزاریں۔

3 - بدعت اور گناہ کے کاموں سے بچیں کیونکہ حرم میں اللہ کی نافرمانی کرنا باقی جگہوں کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہے۔

4 - اہل مدینہ کے ساتھ ادب اور حسن اخلاق کا معاملہ کریں کیونکہ اہل مدینہ کو اذیت اور تکلیف دینے والے کے بارے میں نصوص میں وعید آئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ، أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ المِلْحُ فِي المَاءِ» جو مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو اللہ اسے ایسے پگھلا دے گا جیسے کہ پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

زائرین مدینہ کا یومیہ شیڈول

-فجر سے پہلے:

نمازِ فجر سے تقریباایک گھنٹہ پہلے جاگ کر دو دو رکعت قیام اللیل کا اہتمام کریں اور جب فجر کی اذان کا وقت قریب ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ لیں۔اور نفلی نماز گھر میں پڑھنا مسجد نبوی میں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔کیونکہ نبی ﷺ مسجد نبوی کے بالکل پڑوس میں ہونے کے باوجود بھی نوافل گھر میں پڑھا کرتے تھے۔اور آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ» بے شک آدمی کی بہترین نماز اپنے گھر میں ہے سوائے فرض نماز کے۔(متفق علیہ)

اور جب فجر کی اذان ہو جائے تو نمازِ فجر کے لیے مسجد نبوی چلے جائیں۔

-فجر کے بعد:

نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک مسجد نبوی میں رکے رہیں اور قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر سبحان اللہ الحمد للہ لا إلہ إلا اللہ اللہ أکبر کا اہتمام کریں۔

-عصر کے بعد:

نمازِ عصر کے بعد مسجد نبوی میں تصحیحِ تلاوت کے حلقوں میں بیٹھ کر اپنی قراءت اور تلاوت کو درست کرنے کا اہتمام کریں۔

-مغرب کے بعد:

نمازِ مغرب کے بعد مسجد نبوی میں ہو رہے علماء کے دروس میں حاضر ہوں اور دینی مسائل کے بارے میں سوال کریں۔

-عشاء کے بعد:

نمازِ عشاء کے بعد اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ جائیں اور جلدی سو جائیں تاکہ قیام اللیل اور فجر کے لیے بیدار سو سکیں۔

فضائل مدینۂ نبویہ

مدینہ کی فضیلت

مدینہ منورہ بلند مقام و مرتبہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے شرف اور فضیلت سے نوازا ہے اور مکہ کے بعد روئے زمین کا سب سے بہترین خطہ قرار دیا ہے۔ یہ وحی کے نازل ہونے اور ہدایت ورحمت کے فرشتوں کے اترنے کی جگہ ہے۔ نیز دنیا والوں کو جو بھی خیر اور بھلائی ملی ہے وہ یہیں سے نکلی ہے، جیسا کہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

اور مدینہ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے کئی دینی شعائر کا گہوارہ ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو جن خصائص و فضائل سے نوازا ہے وہ یہ ہیں:

ایمانی فضائل:

مدینہ منورہ کے ایمانی فضائل درجہ ذیل امور پر مشتمل ہیں:

1 - نبی ﷺ کی مدینہ منورہ سے محبت:

نبی ﷺ اپنے آبائی شہر مکہ سے بے انتہا محبت کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: «مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ، وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ» تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا عزیز ہے اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی تو میں کسی اور جگہ جا کر نہیں بستا۔ (ترمذی)

پھر جب نبی ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اپنے رب سے یہ دعا کی کہ مدینہ کو میرے لیے اسی طرح محبوب بنا دے جس طرح مکہ سے آپ ﷺ کی محبت ہے یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ چنانچہ آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ

إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ» یا اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کر دے جیسا کہ تو نے مکہ کی محبت دی ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ آپ مدینہ سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے یہاں تک کہ جب سفر سے لوٹتے تو مدینہ کے گھروں کو دیکھ کر اس کی محبت میں تیز تیز چلنے لگتے، انس بیان کرتے ہیں: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا» جب رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کی طرف دیکھتے تو مدینہ کی محبت میں تیز چلنے لگتے اور اپنی سواری کو مزید حرکت دیتے۔ (صحیح بخاری)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں «نبی ﷺ سے محبت ہونے کی وجہ سے ہر مومن کا دل مدینہ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے»[1]۔

2 - مسجد نبوی میں نماز کا اجر کئی گنا زیادہ ہونا:

مدینہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز مسجد حرام کو چھوڑ کر باقی دیگر تمام مسجدوں میں ادا کی گئی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔

3 - ایمان کا مدینہ کی طرف لوٹنا:

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو ایمان کی ابتدائی و آخری منزل کے طور پر منتخب فرمایا ہے۔ چنانچہ اسلام کے آغاز میں بھی ایمان کی منزل مدینہ ہی تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

(1) فتح الباری 93/4

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَانَ﴾

(اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے)۔ [سورۃ الحشر:9]

پھر ایمان دوبارہ مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جیسا کہ وہاں سے شروع ہوا تھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى المَدِينَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا» بے شک ایمان مدینہ کی طرف سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

یعنی جب اسے کسی چیز کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو اپنے بل کی طرف سمٹ جاتا ہے اور جب اس خطرے سے مطمئن ہو جاتا ہے تو پھر دوبارہ باہر نکل آتا ہے۔

4 - تمام شہروں پر غالب ہونا:

نبی ﷺ نے مدینہ کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ شہر تمام شہروں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: «أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ القُرَى، يَقُولُونَ يَثْرِبُ، وَهِيَ المَدِينَةُ» مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو بستیوں کو کھا جائے گی، وہ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں، جبکہ یہ مدینہ ہے۔ (متفق علیہ)

بستیوں کو کھا جائے گی، اس کا ایک معنی یہ ہے کہ دیگر بستیوں پر اسے غلبہ حاصل ہوگا۔ اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہاں مالِ غنیمت لایا جائے گا۔

اور یہ دونوں امور (غلبہ اور غنیمت) لازم وملزوم ہیں اور دونوں رونما بھی ہو چکے ہیں چنانچہ مدینہ کو تمام شہروں پر غلبہ حاصل ہوا کیونکہ وہاں سے دین کے داعی اور مجاہدین و

فاتحین نکلے اور لوگوں کو اللہ کے حکم سے روشنی کی طرف لے کر آئے۔ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مدینہ سے ہی تمام شہروں کو فتح کیا گیا[1]۔اسی طرح مال غنیمت بھی حاصل ہوا اور اسے مدینہ لایا جاتا رہا۔قیصر و کسریٰ کے خزانے بھی لائے گئے جنہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تقسیم کیا۔

مدینہ پاکیزہ شہر ہے:

جس طرح مدینہ ایمان والا شہر ہے اسی طرح یہ پاکیزہ بھی ہے۔یہ خباثت اور خبیث کو اپنے سے باہر نکال دیتا ہے۔اور اس پاکیزگی کے مظاہر درج ذیل ہیں۔

1 - گناہوں کو مٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو اس خصوصیت سے نوازا ہے کہ یہ گناہوں کو مٹاتا ہے اپنی فضیلت کی وجہ سے یا اس میں رہنے والے پر آنے والی آزمائشوں کی وجہ سے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّهَا طَيْبَةُ ، تَنْفِي الذُّنُوبَ ، كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ» یہ مدینہ پاک ہے اور گناہوں کو ایسے مٹاتا ہے جیسے آگ چاندی کی میل کو دور کرتی ہے۔(صحیح بخاري)

2 - خبیث لوگوں کو نکال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو پاکیزہ بنایا ہے لہذا یہ برے لوگوں کو اپنے سے نکال دیتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «تَنْفِي النَّاسَ - أَيْ: خَبِيثَهُمْ - كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ» وہ (برے) لوگوں کو اس طرح نکال باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل

(1) التمہید 170/23

کچیل کو نکال دیتی ہے۔(متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: «تُخْرِجُ الخَبِيثَ» برے کو اپنے سے باہر نکال دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو بھٹی کے ساتھ تشبیہ خباثت کو دور کرنے میں اس کی قوت کی وجہ سے دی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «المَدِينَةُ كَالكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا» مدینہ بھٹی کی طرح ہے کہ وہ بُری چیز کو نکال دیتا ہے جبکہ وہاں کی اچھی چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔(متفق علیہ)

3 - مدینہ کی کی اچھی چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔

مدینہ میں رہنے والا اگر ایمان اور بھلائی پر قائم ہو تو اس کا عمل اور ذکر دونوں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا» وہاں کی اچھی چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔(متفق علیہ)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اس کا اچھا عنصر صاف، خالص اور ممتاز ہو جاتا ہے[1]۔

جس طرح علماء اور صالحین اس شہر میں ظاہر و ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح نیک اعمال بھی اس میں خالص اور لوگوں کے لیے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

(1) شرح صحیح مسلم 156/9

مدینہ منورہ امن کا گہوارہ ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہے:

1 - اس کا پرامن شہر ہونا۔

اللہ تعالی نے مدینہ کو امن والا شہر بنایا ہے تاکہ اس میں اسلامی شعائر کا قیام ہو سکے اور یہاں سے دین پوری دنیا میں پھیلے۔ چنانچہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: «إِنَّهَا حَرَمٌ آمِنٌ» یہ امن والا حرم ہے۔ (صحیح مسلم)

اور اس شہر میں امن کئی ایک مظاہر ہیں:

أ- اگر کوئی شخص شہرِ رسول ﷺ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالی اسے ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ، أَذَابَهُ اللَّهُ كَمَا يَذُوبُ المِلْحُ فِي المَاءِ» جو آدمی اس شہر مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو اللہ اسے ایسے پگھلا دے گا جیسے کہ پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ (مسند احمد)

ب- اگر کوئی شخص اہل مدینہ کو ڈرائے تو اللہ تعالیٰ اسے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کے لیے لعنت کی وعید ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَخَافَ أَهْلَ المَدِينَةِ ظَالِماً لَهُمْ أَخَافَهُ اللَّهُ، وَكَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس حال میں کہ ان پر ظلم کرنے والا ہو تو اللہ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ ،فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (سنن نسائی)

ج- جو اہلِ مدینہ کے خلاف سازش کرے یا بری چال چلے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں ہی ہلاک کر دیتا ہے اور اسے مہلت نہیں ملتی کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يَكِيدُ أَهْلَ

الْمَدِينَةِ أَحَدٌ، إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ المِلْحُ فِي المَاءِ» اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی مکر وفریب سے کام لے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک میں پانی گھل جایا کرتا ہے۔(صحیح بخاری)

د- جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کے لیے آخرت میں بھی سخت عذاب کی وعید ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «وَلَا يُرِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ إِلَّا أَذَابَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ، أَوْ ذَوْبَ المِلْحِ فِي المَاءِ» جو کوئی بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اسی طرح پگھلا دے گا جیسے سیسہ (آگ میں) پگھل جاتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔(صحیح مسلم)

2 - مدینہ کا حرم ہونا:

اللہ تعالیٰ نے مکہ اور مدینہ کو حرمت والا شہر بنایا ہے اور حرمت والا ہونے کا مطلب یہ ہے کئی کام جو دوسرے شہروں میں کرنا جائز ہے ان دونوں جگہوں میں وہ کام کرنا جائز نہیں اور کچھ کام دوسرے شہروں میں بھی حرام ہے البتہ یہاں ان کی حرمت مزید سخت ہو جاتی ہے۔

اور روئے زمین پر مکہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی شہر حرمت والا نہیں ہے اور مسجد اقصیٰ کو بھی تیسرا حرم نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ حرم نہیں ہے۔

اور بعض چیزوں کو مکہ اور مدینہ میں حرام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں شہر اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاص مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو اور محمد ﷺ نے مدینہ کو حرم مقرر کیا، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي

حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا، لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا» ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم مقرر کیا اور میں مدینہ کو حرم مقرر کرتا ہوں دونوں کالے پتھر والے میدانوں کے بیچ میں (یعنی جو مدینہ کے دونوں طرف واقع ہیں) کوئی کانٹادار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کوئی جانور شکار کیا جائے۔(صحیح مسلم)

حرم مدینہ کی حدود یہ ہیں:

شمالی جانب: ثور پہاڑ۔

جنوبی جانب: عیر پہاڑ۔

نبی ﷺ نے فرمایا: «الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ» مدینہ حرم ہے عیر سے لیکر ثور تک۔(متفق علیہ)

مشرقی اور مغربی جانب: دو سیاہ پتھروں والی زمین۔

نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا» میں مدینہ کو حرم مقرر کرتا ہوں جو دونوں کالے پتھر والے میدانوں کے مابین ہے (یعنی جو مدینہ کے دونوں طرف واقع ہیں اور حرہ شرقیہ اور حرہ غربیہ کے نام سے مشہور ہیں)۔(صحیح مسلم)

حرم مدینہ کے احکام۔

أ- یوں تو ناحق قتل کرنا ہر جگہ اور ہر وقت حرام ہے، لیکن مدینہ میں اس کی حرمت مزید سخت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يُهَرَاقُ فِيهَا دَمٌ» اس میں خون نہیں بہایا جائے گا۔(صحیح مسلم)

ب- لڑائی کے لیے اس میں اسلحہ نہیں اٹھایا جاسکتا، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ» لڑائی کے لیے اس میں اسلحہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ (صحیح مسلم)

ج- اس کا شکار کیا جانے والا جانور - مثال کے طور پر کبوتر - کا شکار نہیں کیا جا سکتا ہے؛ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا» اس میں شکار نہیں کیا جا سکتا۔ (صحیح مسلم) اور شکار سے مراد خشکی کے وہ حلال وحشی جانور ہیں جو پالتو نہیں ہیں اور آدمی سے بھاگتے ہیں۔

د- اس کے درخت نہیں کاٹے جائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا» اس کے خاردار درخت نہیں کاٹے جائیں گے۔ (صحیح مسلم) یعنی ہر وہ درخت جس میں کانٹا ہو۔ جن درختوں کو کاٹنے کو کاٹنا حرام ہے ان سے مراد وہ درخت ہے جو خود اُگ جاتے ہیں البتہ جو درخت اور پودے لوگوں نے خود لگائے ہوں یا کاشت کئے ہوں تو ان کو کاٹا جا سکتا ہے۔

ہ- جانوروں کے چارہ کے علاوہ وہاں کے درختوں کے پتے نہیں گرائے جا سکتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «وَلَا تُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلَفٍ» وہاں کے درختوں کے پتے نہیں گرائے جا سکتے سوائے جانوروں کو کھلانے کے لیے۔ (صحیح مسلم)

و- یہاں کوئی بدعت ایجاد کرنا یا کسی بدعتی یا مجرم کو پناہ دینا (سخت) حرام ہے۔ یہ دونوں کام ہر جگہ ہی حرام ہیں لیکن مدینہ میں ان کی حُرمت زیادہ سخت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً، أَوْ آوَى مُحْدِثاً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ» جس نے مدینہ

میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔ (متفق علیہ)

3 - اللہ تعالی نے دجال اور اس کے خوف سے مدینہ کو محفوظ کر رکھا ہے:

قیامت کے قریب دجال نکلے گا جو ہر جگہ کا چکر لگائے گا اور اپنے رب ہونے کا دعوی کرے گا۔ اللہ تعالی اس کے ساتھ کچھ مافوق العادت چیزیں بھیجے گا جنہیں دیکھ کر کفار اس کی تصدیق کر بیٹھیں گے۔

لوگ اس کے بارے میں سن کر اس سے ڈر جائیں گے اور پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیں گے۔ لیکن مدینہ میں اس کا رعب اور خوف داخل نہیں ہوگا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يَدْخُلُ المَدِينَةَ رُعْبُ المَسِيحِ الدَّجَّالِ» مدینہ پر دجال کا رعب بھی نہیں پڑے گا۔ (صحیح بخاری)

مدینہ کی حفاظت کے خاطر اللہ تعالی نے وہاں دجال کا داخلہ منع کر دیا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «يَأْتِي الدَّجَّالُ، وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ المَدِينَةَ» دجال آئے گا اور اس پر مدینہ میں داخلہ حرام ہوگا۔ (صحیح بخاری)

پھر بھی دجال بار بار مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اللہ تعالی ایسے فرشتوں کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائے گا جن کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی اور وہ دجال کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیں گے۔ حدیث میں آپ ﷺ نے دجال کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا کہ دجال کہتا ہے: «وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الخُرُوجِ، فَأَخْرُجَ فَأَسِيرَ فِي الأَرْضِ فَلَا أَدَعَ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ

لَيْلَةً غَيرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ، فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً - أَوْ وَاحِداً - مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتاً، يَصُدُّنِي عَنْهَا» عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت ملنے والی ہے چنانچہ میں نکلوں گا اور زمین کی سیر کروں گا اور کوئی بستی نہ چھوڑوں گا جہاں چالیس رات کے اندر نہ جاؤں سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ وہاں جانا مجھ پر حرام ہے یعنی منع ہے۔ جب جب بھی میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے اندر جانا چاہوں گا تو ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار لیے میرے سامنے آ کھڑا ہو گا اور وہ مجھے وہاں جانے سے روک دے گا۔ (صحیح مسلم)

4 - مدینہ میں طاعون نہیں آسکتا:

اللہ تعالی نے مدینہ کو طاعون کے مرض سے محفوظ رکھا ہے۔ طاعون ایک مہلک اور بہت تیز پھیلنے والی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے تمام راستوں پر فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو وہاں طاعون کو داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «عَلَى أَنْقَابِ المَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ، وَلَا الدَّجَّالُ» مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون آسکتا ہے نہ دجال۔ (صحیح بخاری)

5 - فرشتوں کا مدینہ کی حفاظت کرنا:

اللہ تعالی نے مدینہ کے امن کے لیے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو دجال سے اس کی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ اس کے تمام راستوں پر فرشتوں کی چوکیداری ہے۔ نبی ﷺ فرمایا: «عَلَى أَنْقَابِ المَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ يحرسونها» مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں جو اس کی چوکیداری کرتے ہیں۔ (متفق علیہ)

بلکہ فرشتے ہر طرف سے اس کی چوکیداری کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ، فَيَجِدُ المَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا» دجال مدینہ کی جانب آئے گا تو اس کی حفاظت کرتے ہوئے فرشتوں کو پائے گا۔ (صحیح بخاری)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چوکیداروں کی کثرت اور ان کے ہر راستے پر موجود ہونے کا بیان ہے[1]۔

6 - مدینہ کا ہر وباء سے محفوظ ہونا:

مدینہ منورہ وادیوں والا شہر تھا جہاں وبائیں زیادہ پھیلتی تھیں چنانچہ جب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت کرکے مدینہ آئے تو انہیں بخار لاحق ہو گیا پھر نبی ﷺ نے دعا کی کہ وہاں کوئی وباء باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی: «اللَّهُمَّ صَحِّحْهَا لَنَا» اے اللہ تو اس کو ہمارے لیے صحت افزا بنا دے۔ (متفق علیہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اس دعا کے بعد وہی مدینہ جو پہلے بیماریوں کا گڑھ تھا سب سے زیادہ صحت افزا شہر بن گیا»[2]۔

---

(1) شرح صحیح مسلم ۱۴۸/۹

(2) فتح الباری ۱۹۱/۱۵

مدینہ میں رہائش کی فضیلت

فضائل مدینہ میں سے ایک مدینہ میں رہنے کی فضیلت اور شرف بھی ہے اور یہ شرف مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

1 - مدینہ میں رہنے کی فضیلت

مدینہ نبویہ بابرکت شہر ہے، اس میں رہنا دیگر شہروں میں رہنے سے زیادہ افضل ہے اگرچہ وہاں خوشحالی زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ نبی ﷺ نے اس میں رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَقَرِيبَهُ: هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ، هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ، وَالمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ» لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اپنے چچازاد بھائی، اپنے قریبی رشتہ دار کو پکارے گا کہ آؤ خوشحالی کی طرف، آؤ آسودگی کی طرف، جبکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہو گا کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔ (صحیح مسلم)

جو ایمان وصالحیت کے ساتھ مدینہ میں سکونت اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پاکیزگی واچھائی دنیا میں ظاہر کر دے گا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا» یعنی مدینہ کی اچھی چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

اور جو مدینہ کو ناپسند کرتے ہوئے چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس سے بہتر شخص کو بسا دے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَبْدَلَ اللَّهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ» اگر کوئی مدینہ کو ناپسندیدگی کی وجہ سے خیر آباد کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کوئی آدمی اس میں بھیج دیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

البتہ اگر مدینہ سے نکل کر کسی اور جگہ جانے میں ایک مسلمان کی ذات سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو جیسے کوئی دعوت دین وغیرہ کے لیے نکلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ خود نبی ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدینہ سے باہر دعوت دین کے لیے بھیجا تھا، جن میں علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل، ابو موسی اشعری وغیرہ شامل ہیں۔

نیز ہر وہ جگہ جہاں بندہ زیادہ تقویٰ اختیار کر سکے، اس کے حق میں وہیں رہنا زیادہ افضل ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ہر وہ جگہ جہاں بندہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کے اسباب و مواقع زیادہ مہیا ہوں اور وہاں وہ نیک اعمال اور خیر کا کام کرنے اور جاننے پر زیادہ قادر اور نشیط ہو تو ایسی جگہ رہائش اختیار کرنا اس جگہ کے مقابلہ میں زیادہ افضل اور بہتر ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کے مواقع اس کے لیے کم ہوں»[1]۔

2 - مدینہ کی سختیوں پر صبر نبی ﷺ کی شفاعت کا باعث۔

زندگی شدید مشقتوں اور مسلسل آزمائشوں کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے مصائب پر صبر کا حکم دیا ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان کو بلا حساب اجر دے گا۔

اور مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت ہے کہ جو اس میں رہتے ہوئے وہاں پیش آنے والی

(1) فتاوی شیخ الاسلام 39/27۔

مشکلات اور آزمائشوں پر صبر کرے گا تو اسے اجر عظیم کے ساتھ ساتھ قیامت والے دن نبی ﷺ کی شفاعت یا گواہی کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ابو سعید - مولی المہری رحمہ اللہ - ایام حرہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور مدینہ کی مہنگائی اور اپنی کثرت اولاد کی شکایت کرتے ہوئے مدینہ سے نکلنے کے سلسلے میں مشورہ کرنے لگے اور عرض کیا کہ مدینہ کی تکلیف اور مشقت میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ یہ سن کر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: افسوس ہے تم پر! میں تمھیں یہ مشورہ نہیں دے سکتا، بلکہ تم مدینہ میں ہی رہو؛ کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: «لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا، فَيَمُوتَ، إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعاً - أَوْ شَهِيداً - يَوْمَ القِيَامَةِ إِذَا كَانَ مُسْلِماً» مدینہ کی تکلیفوں پر جو صبر کرے اور پھر یہاں اس کی موت آجائے تو قیامت کے دن میں اس کے لیے سفارشی یا گواہ ہوں گا بشر طیکہ وہ مسلمان ہو۔ (صحیح مسلم)

لہذا مدینہ میں رہتے ہوئے اگر کسی پر کوئی آزمائش آئے تو خوشحالی اور آسودگی کی تلاش میں کسی اور شہر کی طرف منتقل نہ ہو بلکہ مدینہ میں آنے والی پریشانی پر صبر کرے کیونکہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

مدینہ بابرکت شہر ہے:

اور اس برکت کی کئی شکلیں ہیں۔

1 - عمومی برکت۔

برکت کسی تھوڑی چیز میں ہو تو اس میں زیادتی پیدا ہو جاتی ہے اور جب کسی زیادہ چیز میں ہو تو اس کا فائدہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے مدینہ کی برکت کے لیے دعا فرمائی جو

درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہے:

أ- مدینہ کے بابرکت ہونے کی دعا کرنا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا» اے اللہ ہمارے لیے مدینہ میں برکت دے۔ (صحیح مسلم)

ب- دہری برکت کے لیے دعا کرنا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ» اے اللہ دہری برکت ڈال دے۔ (صحیح مسلم)

ج- مدینہ کے لیے مکہ سے دوگنی برکت کی دعا کرنا، آپ ﷺ نے فرمایا: «اللهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ» یا اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکت دے۔ (متفق علیہ)

2 - مدینہ کے کھانے میں برکت۔

نبی ﷺ نے مدینہ کے کھانے میں بھی برکت کی دعا فرمائی جس کا تعلق درج ذیل امور سے ہے:

أ- نبی ﷺ نے مدینہ کے مدّ اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی، یعنی وہاں کے کھانے میں برکت کی دعاء چنانچہ وہاں کا تھوڑا کھانا بھی زیادہ آدمیوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اس کا نفع زیادہ ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا» اے اللہ! برکت دے ہمارے صاع میں، اور برکت دے ہمارے مد میں۔ (صحیح مسلم)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ظاہر یہ ہے کہ یہ برکت بذات خود ناپ کے پیمانے میں ہے وہ اس طرح کہ ایک مُد کے برابر چیز مدینہ میں کافی ہو جاتی ہے جب کہ اتنی ہی

چیز دوسری جگہوں پر کفایت نہیں کرتی اور یہ چیز وہاں کے رہنے والوں کے مشاہدے اور محسوس سے ثابت ہے»[1]۔

ب-مدینہ کے پھلوں میں برکت: آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا» اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے پھل اور وہاں کی کھیتیوں کی پیداوار میں برکت ہے۔ (صحیح مسلم)

مدینہ منورہ کی کھجوریں:

مدینہ منورہ کے شرف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وہاں کی کھجوروں کو بھی باقی جگہوں کی کھجوروں پر فضیلت بخشی ہے اور خود مدینہ کی بعض کھجوریں بعض سے افضل اور عمدہ ہیں۔ اس لحاظ سے مدینہ کی کھجوروں کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ: عالیہ کی عجوہ کھجور:

یہ سب سے بہترین اور عمدہ کھجور ہے اور عالیہ نامی جگہ میں ہوتی ہے جو مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور وہاں سے تقریبا پانچ کلومیٹر دور ہے اور مسجد قباء کے قریب ہے۔

اس کھجور کی فضیلت: اس میں اللہ کے حکم سے ہر بیماری کی شفا ہے جس طرح شہد، کلونجی اور زمزم میں شفا ہے۔ اور اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ صبح کے وقت نہار منہ یہ کھجور کھائی جائے چاہے کوئی ایک دانہ کھائے یا اس سے زیادہ اس کی کوئی گنتی متعین نہیں ہے۔

---

(1) شرح صحیح مسلم 142/9

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ فِي عَجْوَةِ العَالِيَةِ شِفَاءً، أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ - أَيْ: دَوَاءٌ لِلسُّمِّ - أَوَّلَ البُكْرَةِ - أَيْ: يُؤْكَلُ صَبَاحاً عَلَى الرِّيقِ -» عجوہ عالیہ میں شفاء ہے۔ یا فرمایا: اسے صبح نہار منہ کھانا تریاق یعنی زہر کی دوا ہے۔ (صحیح مسلم)

دوسرا درجہ: مدینہ کی عام عجوہ کھجور۔

اور اس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے جادو اور زہر سے بچاتی ہے۔ اس کا طریقہ استعمال یہ ہے کہ صبح کے وقت نہار منہ اس کے سات دانے کھائے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ اليَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ» جس شخص نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔ (صحیح بخاری)

تیسرا درجہ: مدینہ منورہ کی دیگر انواع واقسام کی کھجوریں۔

اور ان کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے زہر سے بچاتی ہیں اور ان کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ صبح کے وقت نہار منہ سات دانے کھائے جائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِينَ يُصْبِحُ، لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ حَتَّى يُمْسِيَ» جو شخص مدینہ کے دونوں میدانوں (حرہ شرقیہ اور حرہ غربیہ) کے درمیان پائی جانے والی کھجوروں میں سے سات کھجوریں صبح کے وقت کھالے، اس کو شام تک کوئی زہر نقصان نہ کرے گا۔ (صحیح مسلم)

مدینہ میں تاریخی مقامات:

1 - **مسجد نبوی ﷺ**:اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

2 - **مسجد قبا**:اس کی تفصیل بھی آگے آئے گی۔

3 - **احد پہاڑ**:

احد پہاڑ مسجد نبوی کے شمال میں واقع ہے اور اس کا نام احد اس لیے پڑا کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے الگ ہے ان سے ملا ہوا نہیں ہے،اور یہی وہ پہاڑ ہے جس کے دامن میں غزوۂ احد پیش آیا۔ نبی ﷺ نے یہ بتایاہے کہ احد پہاڑ مسلمانوں سے محبت کرتا ہے اور مسلمان اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد پر نبی ﷺ کی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا:«هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ» یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(صحیح مسلم)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ « صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث کا ظاہری معنی ہی مراد ہے، پہاڑ بعینہ ہم سے محبت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس کے اندر اس بات کی صلاحیت پیدا کردی ہے»[1]۔

اور احد پہاڑ سے ہماری محبت صرف دل سے ہو،نہ کہ ہم اس میں برکت کا عقیدہ رکھیں یا اس کے پتھروں کو برکت کے لیے چھوئیں۔

---

(1) شرح صحیح مسلم(163/9)

نیز یہ ثابت نہیں ہے کہ یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔

4 - وادئ عقیق:

یہ وادی مدینہ منورہ کے جنوب سے شمال تک پھیلی ہوئی ہے اور اسی پر ذوالحلیفہ میقات بھی واقع ہے۔ نبی ﷺ نے اس وادی کے بابرکت ہونے کی خبر دی ہے، جیسا عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے وادئ عقیق میں فرماتے ہوئے سنا: «أَتَانِي اللَّيْلَةَ مِنْ رَبِّي آتٍ - وَهُوَ جِرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -، فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الوَادِي المُبَارَكِ، وَقُلْ: عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ» رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرشتہ (جبریل علیہ السلام) آئے اور کہا کہ آپ اس «مبارک وادی» میں نماز پڑھیں اور کہیں: «عُمْرَةً فِي حَجَّةٍ» یعنی عمرہ حج میں ملا کر قارن ہو گیا۔ (صحیح بخاری)

اور نبی ﷺ جب حج کے ارادے سے مدینہ سے نکلے تو آپ ﷺ نے اسی وادی میں رات گزاری۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «أُرِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَيْ: فِي مَنَامِهِ - وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ - أَيْ: لَمَّا نَزَلَ آخِرَ اللَّيْلِ فِي وَادِي العَقِيقِ - مِنْ ذِي الحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الوَادِي، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ - وَالبَطْحَاءُ: مَسِيلُ الوَادِي الوَاسِعِ، وَفِيهِ حَصىً صَغِيرَةٌ» نبی ﷺ کو جب وہ رات کے آخری پہر میں مقام ذوالحلیفہ میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے، خواب دکھایا گیا اور کہا گیا کہ آپ ایک مبارک وادی میں ہیں۔ اور بطحاء ایسی کشادہ وادی کو کہا جاتا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہوں۔ (متفق علیہ)

لیکن اس وادی کی کنکریوں اور مٹی وغیرہ سے تبرک طلب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ

برکت صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے اس لیے کہ اسی کی ذات بابرکت ہے اور برکت اسی سے طلب کی جاتی ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی برکت طلب نہیں کر سکتے کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہاں ایسا نہیں کیا۔

مدینہ میں وفات پانے کی فضیلت

نبی ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ جو شخص مدینہ میں ایمان کی حالت میں فوت ہوا تو آپ ﷺ قیامت کے دن اس کے لیے سفارش کریں گے یا اس کے حق میں گواہی دیں گے، اسی لیے نبی ﷺ نے وفات تک مدینہ میں رہنے کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوتَ بِالمَدِينَةِ؛ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّي أَشْفَعُ لَهُ، أَوْ أَشْهَدُ لَهُ» جو مدینہ میں مر سکتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہیں مرے کیونکہ جو وہاں مرے گا میں اس کے حق میں سفارش کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (ترمذی)

عمر رضی اللہ عنہ اپنے رب سے مدینہ میں فوت ہونے کی دعا کیا کرتے تھے چنانچہ ان کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی: «اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ ﷺ» اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مقدر فرما۔ (صحیح بخاری)

رہا وہ شخص جو مدینہ سے باہر فوت ہوا اور مدینہ میں دفن کیا گیا تو وہ اس فضیلت کا مستحق نہیں ہے اور نہ ہی صرف مدینہ میں دفن ہونے کی کوئی خاص فضیلت ہے۔

مدینہ سب سے آخر میں ویران ہو گا

آخری زمانہ میں اسلام کی تمام بستیاں یکے بعد دیگرے ویران ہو جائیں گی تاہم مدینہ کی فضیلت اور شرف کا نتیجہ ہے کہ یہ سب سے آخر میں ویران ہو گا چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «آخِرُ قَرْيَةٍ مِنْ قُرى الإِسْلَامِ خَرَاباً المَدِينَةُ» اسلام کی بستیوں میں سب سے آخری بستی جو ویران ہو گی وہ مدینہ ہو گا۔(ترمذی)

آخری زمانہ میں مدینہ کا حال بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَتْرُكُونَ المَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا العَوَافِي، يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ - أَيْ: لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا السِّبَاعُ وَالطُّيُورُ بَحْثاً عَنِ الرِّزْقِ -» لوگ مدینہ کو اس کے انتہائی بہتر حال میں ہونے کے باوجود بھی چھوڑ دیں گے اور آب ودانہ کے متلاشی درندوں اور پرندوں کے سوا وہاں کوئی نہیں آئے گا۔(متفق علیہ)

نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «یہی ظاہر اور پسندیدہ رائے ہے کہ مدینہ کی یہ ویرانی بالکل آخری زمانے میں قیامت کے قریب ہو گی»[1]۔

دنیا کا یہی حال ہے، جو کچھ اس میں ہے اسے بالآخر فنا ہونا ہے۔ دنیا بس گذر گاہ ہے ہمیشگی کی زندگی کے لیے جہاں یا تو جنت ملے گی یا پھر جہنم۔

(1) شرح صحیح مسلم ۹/160

مسجد نبوی

مسجد نبوی کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے مسجد نبوی کو کئی فضیلتوں سے نوازا ہے، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

1 - اس کی تعمیر خود نبی ﷺ نے کی ہے لہذا یہ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی تعمیر انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں ہوئی۔ مسجد حرام کو ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور مسجد نبوی کو ہمارے نبی ﷺ نے، اور کہا جاتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کو آدم علیہ السلام نے بنایا۔

2 - یہ آخری مسجد ہے جس کی تعمیر کسی نبی نے کی۔ کیونکہ ہمارے نبی محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور انہوں نے اس کو بنایا ہے تو اس کے بعد کسی نبی کا کوئی مسجد بنانا ممکن ہی نہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: «فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ» بے شک میں انبیاء میں سے سب سے آخری ہوں اور یقینا میری مسجد مساجد میں سب سے آخری ہے۔ (صحیح مسلم)

3 - اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ: «يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى؟ قَالَ: فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ، فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ قَالَ: هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا لِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ» ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! دونوں میں سے کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے چند کنکریوں کو ہاتھ میں لیا اور زمین پر مارا پھر فرمایا: تمہاری یہ مسجد یعنی مسجد نبوی۔ (صحیح مسلم)

4 - اس میں ایک نماز ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:
«صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا المَسْجِدَ الحَرَامَ» میری اس مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا تمام مسجدوں میں ادا کی گئی ہزار نماز سے بہتر ہے۔(متفق علیہ)

5 - یہ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی طرف رختِ سفر باندھنا مشروع ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر اور توسیع کے مختلف ادوار

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد نبی ﷺ نے جو مسجد کی پہلی تعمیر کی تو اس میں دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی گئی تھی اور مسجد کا کل رقبہ 32، $2\frac{1}{2}$ میٹر تھا۔

پھر مسجد نبوی توسیع کے مختلف مراحل سے گزری جن کی تفصیل یہ ہے:

پہلی توسیع:

نبی ﷺ نے سن 7 ہجری میں غزوہ خیبر کے بعد خود اس کی توسیع کی جس کے بعد مسجد ۴۶×۴۶ میٹر کے رقبہ پر پھیل گئی۔

دوسری توسیع:

سن سترہ (17) ہجری میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کی مغربی اور جنوبی جانب سے توسیع کی جس سے مسجد کا رقبہ 65× $55\frac{1}{2}$ میٹر ہو گیا۔

تیسری توسیع:

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سن انیتس (29) ہجری میں مسجد کی مغربی اور جنوبی اور شمالی اطراف سے توسیع کی جس سے مسجد کا رقبہ 74× $69\frac{1}{2}$ میٹر ہو گیا۔

چوتھی توسیع:

ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کے دور میں سن اٹھاسی (88) ہجری کو مشرق، مغرب اور شمال کی طرف سے توسیع کی گئی اور (ازواج مطہرات) کے حجروں کو مسجد میں داخل کر دیا گیا تو مسجد کا رقبہ 93×93 میٹر ہو گیا۔

پانچویں توسیع:

مہدی بن منصور رحمہ اللہ کے دور میں سن ایک سو باسٹھ (162) ہجری کو شمالی جانب 245 مربع میٹر توسیع کی گئی۔

چھٹی توسیع:

سلطان قایتبائی المملوکی رحمہ اللہ کے عہد میں سن آٹھ سو اٹھاسی (888) ہجری کو مسجد کی مشرقی جانب 120 مربع میٹر کی توسیع کی گئی۔

ساتویں توسیع:

عہد عثمانی میں سلطان عبدالحمید خان رحمہ اللہ نے بارہ سو پینسٹھ (1265) ہجری میں توسیع کا آغاز کیا جو بارہ سو ستتر (1277) ہجری میں مکمل ہوئی اس میں مسجد کے کچھ حصے کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا اور شمالی جانب مزید ایک ہزار دو سو ترانوے (1293) مربع میٹر رقبے کا اضافہ کیا گیا۔ موجودہ مسجد کی جنوبی سمت میں جو نقش و نگار والی پرانی عمارت ہے اسی دور میں بنائی گئی۔

آٹھویں توسیع:

اس توسیع کا آغاز شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے دور میں 13 ربیع الاول 1372 ہجری کو کیا گیا اور پھر 2 ربیع الاول 1373 ہجری کو ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شاہ سعود رحمہ اللہ نے اس توسیع کو مکمل کیا۔ یہ توسیع مسجد کی شمالی جانب سے ہوئی۔ اور اس کی تکمیل شاہ سعود رحمہ اللہ کے عہد میں 5 ربیع الاول 1375 ہجری میں ہوئی، اس میں چھ ہزار چوبیس (6024) مربع میٹر رقبہ مسجد میں شامل کیا گیا۔

نویں توسیع:

شاہ فیصل بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ نے تیرہ سو پچانوے (1395) ہجری میں مسجد کی مغربی جانب پینتیس ہزار (35000) مربع میٹر رقبہ کا اضافہ کیا، لیکن یہ توسیع مسجد کی عمارت کو شامل نہیں بلکہ نماز کے لیے ایک وسیع جگہ تیار کر دی گئی اور اس پر بڑی بڑی چھتریاں نصب کر دی گئیں۔ پھر (5550) مربع میٹر رقبہ کا مزید اضافہ کیا گیا اور اس پر بھی بڑی بڑی چھتریاں نصب کی گئیں۔

دسویں توسیع:

شاہ خالد بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے دور میں سن تیرہ سو ستانوے (1397) ہجری میں جنوب مغربی جانب سے تینتالیس ہزار (43000) مربع میٹر زمین کو مسجد میں شامل کیا گیا اور اس پر بھی عمارت نہیں بنائی گئی بلکہ نماز کی جگہ بنا کر چھتریاں لگائی گئیں۔ اور کچھ حصہ کار پارکنگ کے لیے مختص کر دیا گیا۔

گیارہویں توسیع:

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے عہد میں سن 1405 ہجری میں شمالی جانب کے ساتھ ساتھ غرب شمال و شرق شمال اطراف سے بیاسی ہزار (82000) مربع میٹر رقبہ مسجد نبوی میں شامل کیا گیا، اس توسیع سے مسجد نبوی کا رقبہ پانچ گنا سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔

بارہویں توسیع:

اس کا آغاز خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے عہد

میں ہوا۔ انہوں نے 1433 ہجری میں ایک بڑے پیمانے پر توسیع کا حکم دیا۔ ابھی اس پر کام جاری تھا کہ 1436 ہجری میں ان کی وفات ہوگئی تو ان کے بعد خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ نے اس توسیع کے کام کو مکمل کرنے کا حکم دیا جو آج تک جاری ہے[1]۔

(1) البدایہ والنہایہ: 12/419، الکامل فی التاریخ: 4/14، وفاء الوفاء: 1/361، تاریخ مکہ ولا مدینہ لابن الضیاء: 1/267 ، الدرۃ الثمنیۃ: 87 ، قصہ التوسعۃ الکبریٰ: 253، بناء وتوسعۃ المسجد النبوی ریاسہ عامہ برائے امور مسجد حرام ومسجد نبوی سے شائع شدہ

ریاض الجنة

اس سے مراد مسجد نبوی کی وہ جگہ ہے جسے نبی ﷺ نے جنت کے باغیچوں سے ایک باغیچہ قرار دیا ہے۔ اس جگہ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ» میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (صحیح بخاری)

اور اسی طرح فرمایا: «مَا بَيْنَ مِنْبَرِي وَحُجْرَتِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ» میرے منبر اور میرے اس گھر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (مسند احمد)

علماء کرام نے «رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ» کا معنی بیان کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر کے حلقوں میں حاضری سے بالخصوص نبی ﷺ کے مبارک دور میں جو رحمت نازل ہوتی اور سعادت حاصل ہوتی ہے اس اعتبار سے یہ جگہ جنت کے ایک ٹکرے کی مانند ہے[1]۔

اس لحاظ سے زمین میں کوئی بھی جگہ جہاں نماز، وعظ و نصیحت اور تعلیم و تعلّم کا اہتمام ہوتا ہو وہ جنت کا باغیچہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الجَنَّةِ فَارْتَعُوا، قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الجَنَّةِ؟ قَالَ: حِلَقُ الذِّكْرِ» جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو فائدہ اٹھا لیا کرو، لوگوں نے پوچھا: جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (ترمذی)

---

(1) فتح الباری 100/4

محراب

مسجد نبوی میں تین محراب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

1 - ایک محراب نبی ﷺ کی امامت کی جگہ پر بنایا گیا ہے اور وہ منبر کی بائیں جانب آپ ﷺ کے حجرات کی طرف ہے۔ نبی ﷺ یہاں یا اس کے قریب بغیر محراب کے نماز پڑھایا کرتے تھے، کیونکہ نبی ﷺ کے دور میں مسجد نبوی میں کوئی محراب نہیں تھا اور نہ ہی خلفائے راشدین کے ادوار میں کوئی محراب تھا۔ سب سے پہلے ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ نے 91 ہجری میں آپ ﷺ کے مصلی والی جگہ پر محراب بنایا اور پھر اس محراب کو سلطان قایتبای رحمہ اللہ نے 888 ہجری میں دوبارہ تعمیر کیا اور وہ اب بھی موجود ہے۔

2 - دوسرا محراب منبر کی دائیں جانب موجود ہے جسے 948 ہجری میں عثمانی سلطنت کے ایک حکمراں سلیمان القانونی رحمہ اللہ کے عہد میں تعمیر کیا گیا تھا۔

3 - تیسرا محراب وہ ہے جس میں اب امام کھڑا ہو کر نماز پڑھاتے ہیں۔ اور عثمان بن عفان نے جب مسجد کی توسیع کی تھی تو اسی جگہ امامت فرمایا کرتے تھے۔ ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ نے 91 ہجری میں اس جگہ پر بھی محراب تعمیر کروایا جبکہ عثمان کے دور میں کوئی محراب موجود نہیں تھا، پھر اس محراب کو موجودہ طرز پر 888 ہجری میں سلطان قایتبای رحمہ اللہ نے تعمیر کیا۔

منبر

منبر کی تاریخ:

منبر مسجد نبوی تاریخ کے مختلف ادوار میں مندرجہ ذیل مراحل سے گزرا ہے:

1 - جب نبی ﷺ نے مسجد تعمیر کی تو اس وقت مسجد میں کوئی منبر نہیں تھا کہ اس پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ خطبہ دیتے بلکہ اپنے مصلی امامت کے پاس موجود کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اس کے بعد پھر منبر بنایا گیا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔

2 - پھر سن 50 ہجری معاویہ بن ابو سفیان کے دور میں مزید چھ (6) سیڑھیوں کا اضافہ کیا گیا تو کل تعداد نو (9) ہو گئی اور اس پر ایک بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی۔

3 - 654ہجری میں مسجد نبوی جل گئی تو منبر بھی جل گیا اس وقت یمن کے بادشاہ ملک مظفر نے نیا منبر بھیجا۔

4 - 664ہجری میں (مصر کے بادشاہ) ظاہر بیبرس نے نیا منبر بھیجا۔

5 - 797ہجری میں ظاہر برقوق نے نیا منبر بھیجا۔

6 - 820ہجری میں سلطان مؤید محمودی نے ایک اور نیا منبر بھیجا۔

7 - 886ہجری میں جب دوبارہ مسجد نبوی جل گئی تو اس کے ساتھ منبر بھی خاکستر ہو گیا تو اہل مدینہ نے پکی اینٹوں کا منبر بنایا۔

8 - 888ہجری میں سلطان قایتبای المملوکی رحمہ اللہ نے ماربل کا منبر بنوایا۔

9 - 998ہجری میں سلطان مراد العثمانی رحمہ اللہ نے موجودہ منبر بھیجا[1]۔

(1) وفاء الوفاء: 2/130، تاریخ مکۃ والمدینۃ: 270، الدرر الثمنیۃ: 93، فصول فی تاریخ المدینۃ: 71

منبر کے متعلق احادیث:

أ- نبی ﷺ نے یہ بتایا ہے کی آپ ﷺ کا منبر آپ ﷺ کے حوض پر لگایا جائے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي» میرا منبر میرے حوض پر ہوگا۔ (متفق علیہ)

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت والے دن منبر حوض کوثر پر نصب کیا جائے گا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ قیامت والے دن آپ ﷺ کا منبر میدانِ محشر میں بعینہ اسی جگہ کے برابر اوپر ہوگا جہاں زمین پر تھا۔

ب- وعید آئی ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ حَلَفَ بِيَمِينٍ آثِمَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَلَوْ عَلَى سِوَاكٍ أَخْضَرَ» جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، خواہ وہ ایک ہری مسواک ہی کے لیے ہو۔ (سنن ابن ماجہ)

اور زبان نبوت سے ایسے شخص کو لعنت کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ حَلَفَ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا بِيَمِينٍ كَاذِبَةٍ يَسْتَحِلُّ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ عَدْلاً وَلَا صَرْفاً» جس نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کے ذریعے مسلمان کا مال حلال کیا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض اور کوئی بھی عبادت قبول نہیں کرے گا۔ (سنن نسائی)

مسجد نبوی میں آتشزدگی

مسجد نبوی میں دو مرتبہ آگ لگنے کا حادثہ پیش آیا۔

پہلی مرتبہ:

654ہجری میں پہلی مرتبہ مسجد نبوی میں آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا جب مسجد کا ایک خادم سٹور میں داخل ہوا تاکہ وہاں سے مسجد کے مناروں کے لیے قندیلیں نکال سکے، روشنی کے لیے اس نے اپنے ساتھ آگ لیے ہوا تھا لیکن وہ بدخیال ہو گیا جس کی وجہ سے وہ آگ سٹور میں موجود بعض چیزوں میں لگ گئی اور فوراً چھت کو اپنے لپیٹ میں لے لیا اور لوگ آگ بجھا نہ سکے، چنانچہ ایک گھنٹے کے دورانیہ میں پوری مسجد جل کر خاک ہو گئی اور حجرۂ نبوی کی چھت بھی جل گئی اور جو کچھ مسجد میں تھا سب جل گیا، منبر، دروازے، الماریاں اور صندوق وغیرہ سب خاکستر ہو گئے۔

دوسری مرتبہ:

886ہجری کو دوسری مرتبہ مسجد نبوی میں آگ لگنے کا حادثہ پیش آیا۔ جس کی وجہ یہ بنی کہ گنبد سے متصل مسجد کے مینار پر آسمانی بجلی گری تو اس منارے پر لگا لوہے کا چاند جلتا ہوا مسجد میں مشرقی جانب گرا جس سے مسجد کی پوری چھت جل گئی اور باقی مسجد کو بھی آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے منبر، چھت، دروازے نیز کتابوں اور مصحف کی الماریاں، سب جل گئے[1]۔

(1) وفاءالوفاء: 2/371، الذیل علی الروضتین: 194، المغانم المطابۃ: 177، العبر فی خبر من غبر: 2/272

مسجد نبوی میں نماز

مسجد نبوی میں داخل ہونے کی دعا

مسجد نبوی میں داخل ہونے کی کوئی خاص دعا نہیں ہے بلکہ اس میں داخل ہونے والا وہی کچھ کرے گا جو دیگر مساجد میں داخل ہوتے ہوئے کرتا ہے کہ داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے: «اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ (صحیح مسلم)

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت

مسجد نبوی میں ایک نماز (مسجد حرام کے علاوہ) دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔ اور یہ فضیلت فرض اور نفل ہر نماز کے لیے ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ» میری اس مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا تمام مسجدوں کی نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔ (صحیح بخاری)

تو یہ حکم عام ہے اور ہر نماز کو شامل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ «یہ فضیلت عام ہے فرض اور نفل سب کو شامل ہے»[1]۔

اس عظیم فضیلت کے باوجود نفل نماز گھر میں ادا کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نوافل گھر میں ہی پڑھا کرتے تھے حالانکہ مسجد نبوی آپ کے گھر سے بالکل متصل تھی اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: «إِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ» فرض نماز کے سوا آدمی کی سب سے افضل نماز اپنے گھر میں ہے۔ (متفق علیہ)

(1) شرح صحیح مسلم 164/9

مسجد نبوی میں نماز باجماعت کہاں پڑھی جائے؟

امام کے قریب کھڑا ہونا ہی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الأَحْلَامِ وَالنُّهَى» میرے قریب تم میں سے عقل مند کھڑے ہوں۔ (صحیح مسلم)

اور اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا» مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے بری آخری صف ہے۔ اور خواتین کے لیے سب سے اچھی صف آخری صف ہے اور سب سے بری پہلی صف ہے۔ (متفق علیہ)

ریاض الجنۃ میں نماز افضل ہے یا امام کے پیچھے؟

باجماعت نماز امام کے پیچھے پہلی صفوں میں ادا کرنا ریاض الجنہ میں ادا کرنے سے زیادہ افضل ہے کیونکہ پہلی صفیں اس میں نہیں ہوتی ہیں جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا» مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے بری آخری صف ہے۔(صحیح بخاری)

اور اسی طرح یہ بھی فرمایا: ہے: «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا» اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور پہلی صف میں کتنا ثواب ہے تو چاہے اس کے لیے قرعہ اندازی ہی کی نوبت آجائے وہ قرعہ اندازی ضرور کرتے۔(متفق علیہ)

صفوں کو مکمل کرنے کی مشروعیت

شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایک ایک کر کے پہلے اگلی صفوں کو مکمل کیا جائے لہذا جب تک مقتدی کے سامنے والی اگلی صف مکمل نہ ہو جائے وہ پچھلی صف میں کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھے گا۔ جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ» کیا تم لوگ اس طرح صف نہیں باندھو گے جس طرح بارگاہ الٰہی میں فرشتے صف باندھتے ہیں۔ تو ہم لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ بارگاہ الٰہی میں فرشتے صف کیسے باندھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ فرمایا: سب سے پہلے اگلی صفوں کو پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہے سوائے اس عورت کے جس کے ساتھ کھڑی ہونے والی کوئی عورت موجود نہ ہو یا اس معذور کے جسے صف میں کوئی جگہ نہ مل سکے نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا صَلَاةَ لِفَرْدٍ خَلْفَ الصَّفِّ» صف کے پیچھے اکیلے بندے کی نماز صحیح نہیں ہے۔ (مسند احمد)

نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم

نمازی کے آگے سے گزرنے کی دو قسمیں ہیں۔

1 - جب نمازی اکیلا ہو یا امام ہو اور اس کے سامنے سُترہ نہ ہو تو اس کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے، وہ مسجد نبوی میں ہو یا کسی اور جگہ پر ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَوْ يَعْلَمُ المَارُّ بَيْنَ يَدَيِ المُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْراً لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ» اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر کیا (گناہ) ہوگا تو چالیس تک کھڑا رہے یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

البتہ اگر کوئی مسجد کی گزرگاہوں اور راستوں میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہے جو مسجد میں لوگوں کے چلنے کے بطور راستہ بنایا گیا ہے[1]۔

اسی طرح جب مسجد میں زیادہ بھیڑ ہو تو بھی گزرا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ﴾

(سو حسب استطاعت اللہ سے ڈرو)۔ [سورۃ التغابن:16]

2 - اور اگر نمازی مقتدی ہو اور امام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ رہا ہو تو اس

(1) فتاویٰ شیخ محمد بن ابراہیم 38/3

کے آگے سے گزرنا جائز ہے کیونکہ امام کا سترہ مقتدی کے لیے کافی ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: «أَقْبَلْتُ رَاكِباً عَلَى أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ، فَأَرْسَلْتُ الأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ» میں گدھی پر سوار ہو کر آیا ان دنوں میں بلوغت کے قریب پہنچ چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ منٰی میں نماز پڑھا رہے تھے۔ میں صف کے سامنے آ کر اترا اور گدھی کو چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہو گیا پھر کسی نے مجھ پر اعتراض نہ کیا تھا۔ (متفق علیہ)

امام کے آگے نماز پڑھنے کا حکم

سنت یہ ہے کہ مقتدی حضرات امام کے پیچھے ہی کھڑے ہوں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ» امام بنایا ہی اسی لیے گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔(متفق علیہ)

لہذا اگر وہ بلا کسی عذر کے امام سے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ اس سے آگے کھڑے ہوئے تو نماز درست نہیں ہوگی[1]۔

لیکن اگر کوئی عذر ہو جیسے کہ کافی بھیڑ ہو تو امام کے آگے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «جب نمازی کے لیے باجماعت نماز میں امام سے آگے کھڑے ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو عذر کے پیش نظر امام سے آگے ہی کھڑا ہو کر نماز ادا کرلے اور یہ کئی اہل علم کا قول ہے اور یہ کلی قاعدہ ہے کہ جس شرعی حکم کو انجام دینا بس میں نہ ہو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے»[2]۔

---

(1) المغنی 157/2

(2) فتاویٰ شیخ الاسلام 559/20

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

اسلام میں نمازِ جنازہ اور اسی طرح میت کو دفن کرنے تک جنازہ کے ساتھ چلنے کی خوب ترغیب دی گئی ہے اور اس پر اجر عظیم متعین کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ شَهِدَ الجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ، قِيلَ: وَمَا القِيرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الجَبَلَيْنِ العَظِيمَيْنِ» جو جنازہ میں حاضر رہے جب تک کہ نماز پڑھی جائے اس کے لیے ایک قیراط کا ثواب ہے اور جو دفن تک حاضر رہے اس کے لیے دو قیراط کا ثواب ہے «پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ کہا» دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہیں۔ (متفق علیہ)

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے: «ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔

اور نمازِ جنازہ جیسے مردوں کے لیے مشروع ہے ویسے عورت کے لیے بھی مشروع ہے۔

اور چونکہ مسجد نبوی میں تقریباً ہر فرض نماز کے بعد نمازِ جنازہ ہوتی ہے لہذا نماز جنازہ کا طریقہ ذکر کیا جا رہا ہے:

1 - پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

2 - دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے۔

3 - تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے۔

4 - چوتھی تکبیر کے بعد کچھ دیر خاموش رہ کر دائیں جانب ایک سلام پھیرا جائے۔

کیا متعدد جنازوں کی صورت میں قیراط بھی متعدد ہوں گے؟

اگر جنازے ایک سے زیادہ ہوں تو جتنی تعداد میں جنازے ہوں گے اتنی ہی تعداد میں قیراط بھی ملیں گے۔کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ» جس نے ایک نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے ایک قیراط ہے۔(صحیح مسلم)

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنازوں کی تعداد کے مطابق قیراط بھی متعدد ہوں گے»[1]۔

(1) مجموع فتاویٰ ابن باز 137/13

کیا کسی بھی وقت نفلی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

درج ذیل تین اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت نفلی نماز پڑھی جاسکتی ہے:

1 - نماز فجر کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے کے دس منٹ بعد تک۔

2 - ظہر کی اذان سے دس منٹ پہلے سے لے کر ظہر کی اذان تک۔

3 - عصر کے بعد سے لے کر مغرب کی اذان تک۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ الشَّمْسُ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ» اللہ کے رسول ﷺ ہمیں تین اوقات میں نماز ادا کرنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع کرتے تھے،ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔دوسرے جب ٹھیک دوپہر ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور تیسرے جب سورج غروب ہو رہا ہو یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے۔(صحیح مسلم)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ العَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ» نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔(صحیح مسلم)

مسجد نبوی میں نماز کے علاوہ کون سے اعمال کا اہتمام کیا جائے؟

اپنے وقت کو غنیمت سمجھیں اور ممنوع اوقات کو چھوڑ کر دیگر اوقات میں نفلی نماز کا خوب اہتمام کریں۔اسی طرح تلاوتِ قرآن،اللہ کا ذکر،استغفار،دعا،اہل علم کے دروس میں شرکت اور ہر نیکی کا کام جو باقی مساجد میں کیا جاتا ہے کثرت کے ساتھ کریں۔

شیخ اِلاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اسلاف مسجد نبوی میں ہر وہ کام کیا کرتے تھے جو دوسری مساجد میں کیا جاتا ہے جیسے نماز، تلاوت، ذکر، دعا،اعتکاف اور لوگوں کو قرآن کریم سکھانا اور تعلیم دینا اور علم حاصل کرنا وغیرہ»[1]۔

---

(1) (فتاویٰ شیخ الاسلام 156/26)

کیا مسجد نبوی میں چالیس فرض نمازیں پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے؟

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً، لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ؛ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَنَجَاةٌ مِنَ العَذَابِ، وَبَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ» جو میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس سے فوت نہ ہو تو اس کے لیے جہنم سے براءت اور عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے اور نفاق سے بھی بری ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد)

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، اور متن بھی منکر ہے۔ لہذا یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔

نفاق سے براءت اس کو چھوڑے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نفاق باطنی کفر ہے، اور اس سے خلاصی صرف توبہ سے ہی ممکن ہے، اس کے بغیر منافق جتنی مرضی نمازیں پڑھتا رہے اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ﴾

(اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا)۔ [سورۃ التوبہ: 54]

مسجدِ نبوی میں آواز بلند کرنا

مساجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے اور مسجد نبوی میں یہ ممانعت مزید بڑھ جاتی ہے، ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند کر رہے ہیں تو فرمایا: «لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ البَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ!» اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہ چھوڑتا۔ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز اونچی کرتے ہو! (صحیح بخاری)

مسجد نبوی سے نکلنے کی دعا

مسجد نبوی سے نکلنے کی کوئی خاص دعا نہیں ہے بلکہ جس طرح باقی مساجد سے نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے باہر رکھا جاتا ہے اور دعا پڑھی جاتی ہے اسی طرح مسجد نبوی سے بھی نکلنا مشروع ہے وہ دعا یہ ہے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ» اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

اگر کوئی حج کرے اور مسجد نبوی کی زیارت نہ کرے تو کیا اس کا حج ناقص ہے؟

حج سے پہلے یا بعد میں مسجد نبوی کی زیارت حج کے ارکان یا سنن میں سے نہیں ہے بلکہ مسجد نبوی کی زیارت عمومی طور پر مستحب عمل ہے۔اگر کوئی حاجی زیارت نہ کر سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مسجد نبوی کی زیارت اور حج دونوں الگ الگ اعمال ہیں، ان کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہذا جو حج کرے اس پر مسجد نبوی کی زیارت لازم نہیں ہے۔اسی طرح جو مسجد نبوی کی زیارت حج کے موسم میں کرے تو اس پر حج کرنا ضروری نہیں ہے۔ہاں اگر وہ ایک ہی سفر میں حج، عمرہ اور زیارت سب کر لے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر

نبی ﷺ کا گھر

نبی ﷺ اپنی جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے ان کی تعداد کے اعتبار سے آپ ﷺ کے نَو(9) گھر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان گھروں کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾

(اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں نہ جایا کرو جت تک تمہیں اجازت نہ دے دی جائے)۔ [سورۃالأحزاب:53]

اسی طرح ان کی نسبت امہات المؤمنین کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِى بُيُوتِكُنَّ﴾

(اپنے گھروں میں ٹھہری رہو)۔ [سورۃالأحزاب:33]

گھروں کے اجزاء

گھروں کے اجزاء کے اعتبار سے آپ ﷺ کے گھر دو قسم کے تھے:

أ- وہ گھر جو صرف ایک کمرے پر مشتمل تھے اور ایسے گھر کو «بیت» کہا جاتا ہے۔ ان گھروں کی تعداد پانچ تھی۔

ب- وہ گھر جن میں کمرے کے ساتھ صحن بھی تھے ان کی تعداد چار تھی۔

گھروں اور حجرات کے متعلق نصوص

نبی ﷺ کے گھروں اور حجروں کا ذکر متعدد نصوص میں آیا ہے جن میں بعض یہ ہیں:

1 - اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتَ ٱلنَّبِيِّ إِلَّآ أَن يُؤۡذَنَ لَكُمۡ﴾

(اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں نہ جایا کرو جت تک تمہیں اجازت نہ دے دی جائے)۔ [سورۃ الأحزاب:53]

2 - اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾

(اپنے گھروں میں ٹھہری رہو)۔ [سورۃ الأحزاب:33]

3 - فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلۡحُجُرَٰتِ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ﴾

(بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں)۔ [سورۃ الحجرات:4]

4 - «أَنَّ رَجُلَيْنِ ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فِي المَسْجِدِ حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ - أَيْ: سِتْرَ - حُجْرَتِهِ» دو آدمیوں کی آواز مسجد میں بلند ہو رہی تھی کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر میں ان کی آواز سنی تو ان کی طرف گھر سے نکلتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے گھر کا پردہ اٹھایا۔ (متفق علیہ)

5 - عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ: «أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي

الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا»انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مرض الموت میں سوموار والے دن نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ صفوں میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔(متفق علیہ)

6 - عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي المَسْجِدِ فَيَتَّكِئُ عَلَى عَتَبَةِ بَابِ حُجْرَتِي فَأَغْسِلُ رَأْسَهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي وَسَائِرُهُ فِي المَسْجِدِ» وہ میرے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ وہ مسجد میں معتکف ہوتے تو وہ میرے دروازے کی دہلیز پر ٹیک لگاتے اور میں آپ ﷺ کا سر اس حالت میں دھوتی کہ میں اپنے حجرے کے اندر ہوتی اور آپ ﷺ کا سارا جسم سر کے علاوہ مسجد میں ہوتا۔(سنن نسائی)

7 - اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «وَاللَّهُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقوْمُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي، وَالحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، لِكَي أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ» اللہ کی قسم میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا،اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں نیزوں سے کھیل رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا تا کہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔(متفق علیہ)

8 - عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: « كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي الْحُجْرَةِ وَأَنَا فِي الْبَيْتِ» رسول اللہ ﷺ رات میں حجرہ

(صحن) کے اندر تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور میں گھر میں ہوتی تھی۔ (مسند احمد)

9 - عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ، وَجِدَارُ الحُجْرَةِ قَصِيرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ» رسول اللہ ﷺ رات میں اپنے حجرہ کے اندر تہجد کی نماز پڑ رہے حجرے کی دیوار پست تھی اس لیے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا چنانچہ کچھ لوگ آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔ (صحیح بخاری)

10 - عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الحُجْرَةِ، وَهُوَ فِي البَيْتِ» نبی ﷺ کی تلاوت کو کبھی وہ شخص بھی سن لیتا جو حجرے میں ہوتا جبکہ آپ ﷺ گھر میں (تلاوت کر رہے) ہوتے۔ (ترمذی)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ان آثار میں حجرہ کے لفظ سے پورا گھر مراد نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول میں

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾

(بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں)۔ [سورۃ الحجرات: 4] ہے، بلکہ اس سے وہ حجرہ مراد ہے جو گھر کے دروازہ کے قریب صحن میں بنایا جاتا ہے جس کی چہار دیواری کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوتی تھی بر خلاف ان کمروں کے جو رہائش گاہیں ہوتی ہیں ان کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنی ہوتی تھیں»۔

گھروں کی تعمیری نوعیت۔

ا- «بیت» یعنی کمرہ: اس کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی۔

ب- «حجرہ» یعنی صحن: یہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا اور اس کی چھت نہیں تھی[1]۔

آپ ﷺ کے گھروں کا محل وقوع۔

آپ ﷺ کے گھر مسجد نبوی کے تین اطراف میں تھے جن کی تفصیل یہ ہے:

1 - مسجد کی مشرقی جانب عائشہ کا گھر جو مسجد کے ساتھ ملحق تھا، اسی طرح اس کے شمال میں موجودہ باب جبریل کی طرف سودہ کا گھر تھا۔

2 - مسجد کے جنوب میں حفصہ کا گھر مسجد کے ساتھ متصل تھا اور عائشہ کے گھر کے جنوبی حصہ سے ملا ہوا تھا، اس گھر کا کچھ حصہ موجودہ جالی کے اندر تھا اور کچھ حصہ اس سے باہر اس جگہ جہاں آج کل لوگ نبی ﷺ اور صاحبین (ابو بکر و عمر) رضی اللہ عنھما پر سلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

3 - وہ گھر جو مسجد کی شمالی جانب واقع تھے اور مسجد سے متصل نہیں تھے بلکہ ان کے اور مسجد کے درمیان کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھر تھے۔

اور اس طرف جویریہ، صفیہ، ام حبیبہ اور میمونہ رضی اللہ عنہن کے گھر تھے۔ اور ان کے گھر مسجد سے متصل اس لیے نہیں تھے کیونکہ آپ ﷺ نے ان سے نکاح غزوۂ خیبر کے بعد کیا تو اس وقت کچھ صحابہ کے گھر مسجد سے متصل موجود تھے، لہذا نبی ﷺ نے ان

(1) طبقات ابن سعد 499/3، وفاء الوفاء 53/2

ازواج مطہرات کے گھران کے گھروں کے پیچھے بنالیا تاکہ صحابہ کو جگہ کی تنگی کی شکایت نہ ہو۔

آپ ﷺ کے گھروں میں سے کوئی گھر بھی مسجد کی مغربی جانب نہیں تھا-(1)۔

محمد بن ہلال فرماتے ہیں کہ میں ازواج مطہرات کے گھروں کو پایا کہ وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے تھے اور بالوں کے ٹاٹ سے ڈھکے ہوئے تھے اور مسجد کے قبلہ، مشرق اور شمال میں موجود تھے، اور مغربی جانب کوئی گھر نہیں تھا(2)۔

(1) وفاء الوفاء 299/2، الدرة الثمنية: 90، تاریخ مکة والمدینة 268/1

(2) (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد 349/3)

آپ ﷺ کے گھروں کی تقریبی شکل:

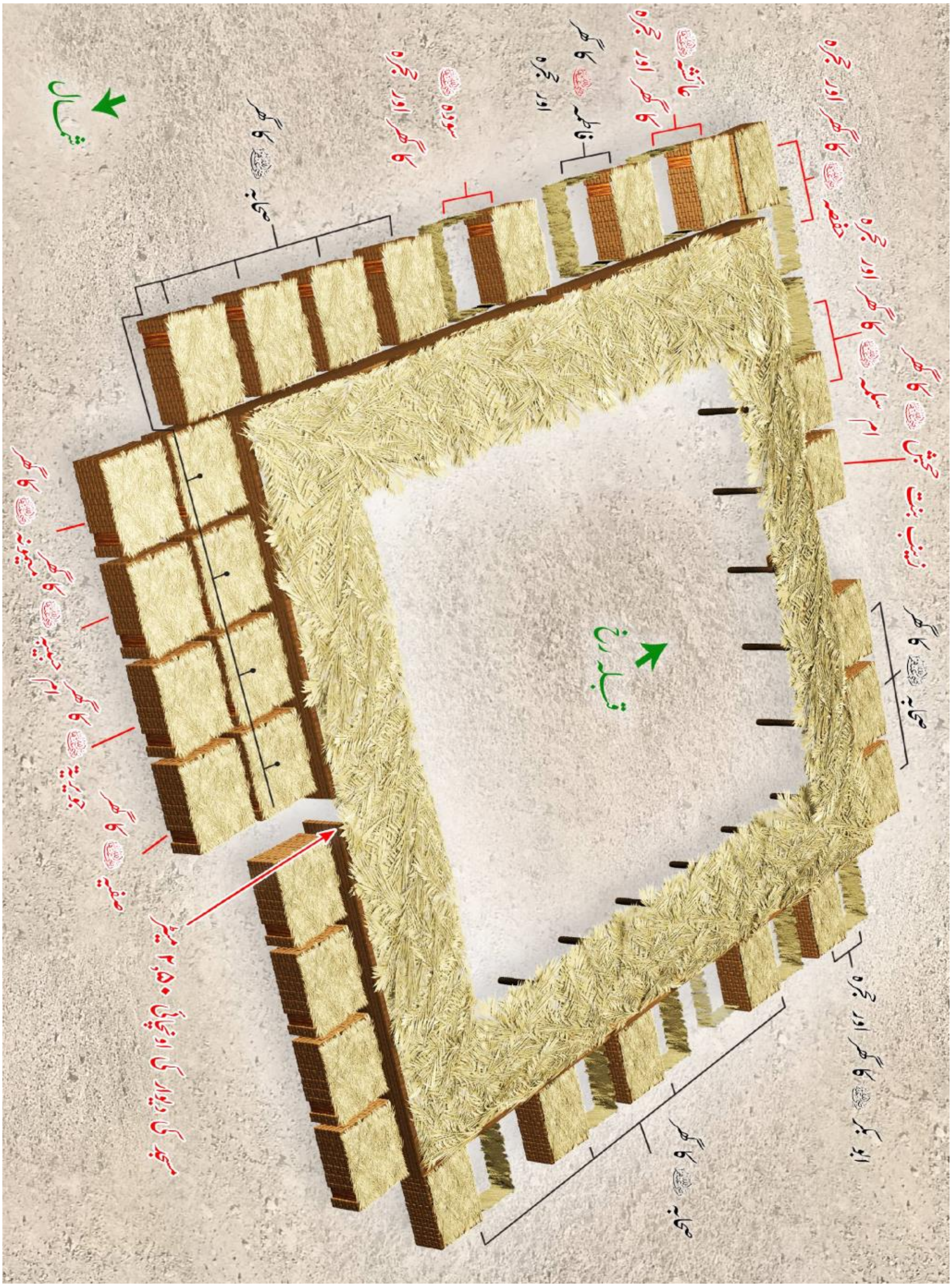

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن:

نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد گیارہ ہے ان میں سے دو بیویاں خدیجہ بنت خویلد اور زینب بنت خزیمہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئیں تھیں۔ ان دونوں کے علاوہ نو (9) ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے کے نکاح میں رہی۔ تمام ازواجِ مطہرات کی تفصیل یہ ہے:

1 - خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:

یہ آپ ﷺ کی سب پہلی بیوی ہیں اور اس امت میں سب سے پہلے ایمان لانے والی یہی خاتون ہیں۔ ان کی نشو ونما بہترین اخلاق و کردار پر ہوئی نیز عفت و پاکدامنی اور عزت و شرافت سے متصف رہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي رُزِقْتُ حُبَّهَا»[1] مجھے اس کی محبت عطا کی گئی۔

دعوت کے ابتدائی مرحلے میں جب نبی ﷺ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، تو اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے لیے دلی ہمدردی کا مظاہرہ کیا اور بصیرت افروز مشوروں سے نوازا۔ چنانچہ نبی ﷺ جب لوگوں کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات سننے کے بعد واپس آتے تو وہ آپ ﷺ کو حوصلہ دیتی اور بوجھ ہلکا کر دیتی تھیں۔

(1) صحیح مسلم

آپ ﷺ کی ساری اولاد سوائے ابراہیم کے انہیں کے بطن سے ہوئی۔ بڑی اخلاق مند تھیں چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی ﷺ سے بحث و تکرار کیا ہو یا تو تو میں میں کر کے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔

نبی ﷺ کے دل میں ان کی بڑی عظمت تھی آپ ﷺ نے نہ ان سے پہلے کسی عورت سے نکاح کیا اور نہ ہی ان کی موجودگی میں دوسری شادی کی، اور نہ ہی ان کی زندگی میں کوئی باندی رکھا یہاں تک کہ وہ آپ کو ﷺ داغِ مفارقت دے گئیں۔

2 - سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا :

نبی ﷺ نے ان سے اپنا نکاح خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کیا اور تقریبا تین سال تک صرف یہی آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں۔ بڑی شریف، عالی ظرف اور صاف دل خاتون تھیں، نبی ﷺ کی دل داری کی خاطر انہوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تاکہ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

3 - عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا :

اسلامی گھرانہ میں پرورش پائی؛ چنانچہ والدہ بھی صحابیہ، بہن اسماء (ذاتِ نطاقین) بھی صحابیہ، بھائی بھی صحابی اور والد اس امت کا صدیق۔ نبی ﷺ نے ان کے علاوہ کسی اور کنواری عورت سے شادی نہیں کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور بیوی کے بستر میں نبی ﷺ پر وحی کا نزول ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال ذہانت، مضبوط حافظہ اور دین کی سمجھ کا خوب خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «کسی بھی امت میں حفظ، علم،

فصاحت اور عقل میں عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی خاتون نہیں گزری»[1]۔ آپ عابدہ ،زاہدہ اور سراپا پاکدامن تھیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا: «أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُوهَا»[2] کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ سے۔ میں نے پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: اس کے باپ۔ (صحیح بخاری)

نبی ﷺ کے آرام وسکون کی خاطر اپنی نیند تج دیتیں، آپ کی تیمارداری کرتیں اور خدمت میں لگی رہتی تھیں یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کی باری کے دن، ان کے گھر اور ان کی گود میں وفات پائے۔

4 - حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا :

حفصہ رضی اللہ عنہا حمایتِ دین اور اظہارِ حق کے علمبردار گھرانے میں پلی بڑھیں چنانچہ ان کے گھر کے سات افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ وہ بہت زیادہ قیام اللیل اور بکثرت روزے کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔

5 - زینب بنت خزیمہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا :

داد ودہش اور خیر خیرات کرنے والی نیز نیکی کے کاموں میں پیش پیش رہنے والی خاتون

---

(1) البدایۃ والنہایۃ: 322/4

(2) صحیح بخاری

تھیں۔ بکثرت خرچ کرنے کی وجہ سے «ام المساکین» کہا جاتا ہے۔ صرف دو ماہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں اور پھر وفات پا گئیں۔

6 - ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا :

دو ہجرتوں میں شامل ہونے والی خاتون جنھوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں کی طرف ہجرت کی۔ ازواجِ مطہرات میں ان کا حق مہر سب سے زیادہ تھا۔ نبی ﷺ کا ان سے نکاح حبشہ میں ہوا اور آپ ﷺ کی طرف سے ان کا حق مہر حبشہ کے بادشاہ (نجاشی) نے ادا کیا پھر اللہ کے رسول ﷺ کی طرف مدینہ رخصت کیا۔

7 - ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا :

صبر وحیا کی پیکر اور اولین مہاجر خواتین میں سے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے خاوند ابو سلمہ کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم نے خاوند اور بیٹے سے انہیں جدا کر دیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہر صبح مقام ابطح نکل جاتی اور وہاں بیٹھ کر شام تک روتی رہتی، تقریباً ایک سال یہی حالت رہی پھر قوم کو ترس آیا اور انہوں نے بچہ واپس کر دیا۔

اللہ پر پختہ یقین رکھنے والی تھیں۔ جب ان کے خاوند ابو سلمہ فوت ہوئے تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سکھائی ہوئی دعا یقین سے پڑھتی رہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابو سلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ کو ان کا خاوند بنا دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ اجْرُنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْراً مِنْهَا، إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ لَهُ خَيْراً مِنْهَا، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟!

أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ، ثُمَّ إِنِّى قُلْتُهَا؛ فَأَخْلَفَ لِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ» جب کسی مسلمان بندے کو کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ «إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ اجُرْنِى فِى مُصِيبَتِى، وَأَخْلِفْ لِى خَيْراً مِنْهَا»، کہتا ہے تو اللہ اس کو اس کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔ کہتی ہیں: جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے کہا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ یہ تو وہ پہلا گھر ہے جس نے اللہ کے رسول کی طرف ہجرت کی، پھر میں نے وہ دعا پڑھی تو اللہ نے میرے لیے سب سے بہتر شوہر رسول اللہ ﷺ کی شکل میں عطا کیا۔ (صحیح مسلم)

8 - زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا :

ازواج مطہرات میں نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ نبی ﷺ کے قریب تھیں۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ حسب و نسب اور شرف کے اعتبار سے ممتاز تھیں۔ ان کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے صرف وہی میری ہمسر وہم رتبہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود ان کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ بغیر ولی اور گواہوں کے کرایا جیسا کہ قرآن میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾

(پھر جب زید نے ان سے اپنی غرض پوری کرلی تو ہم نے تم سے ان کا نکاح کر دیا)۔ [سورۃ الأحزاب:37]

نبی ﷺ کا ان کے ساتھ نکاح کرنا قیامت تک مسلمان عورتوں کے لیے باعث

برکت ہے کہ ان سے نبی ﷺ کی شادی ہونے کے بعد تمام عورتوں پر حجاب فرض قرار دے دیا گیا۔

وہ بہت زیادہ نیکی اور صدقہ کرنے والی خاتون تھیں۔ اپنی معزز حیثیت اور رفعتِ شان کے باوجود اپنا کام کاج خود کرتی تھیں؛ چمڑے کو دباغت دیتیں اور اس کی سلائی کرتیں اور اپنی خود کی کمائی سے صدقہ کرتیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زینب سے زیادہ دیندار کوئی خاتون نہیں دیکھا۔ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی، سب سے سچی بات کرنے والی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور زیادہ صدقہ کرنے والی خاتون تھیں۔

9 - جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا :

ان کے والد اپنی قوم کے معزز سردار تھے۔ اور آپ انتہائی عبادت گزار اور خود اپنے آپ میں اور اپنے خاندان کے حق میں بڑی بابرکت خاتون تھیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «میں نے کسی خاتون کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے حق میں ان سے زیادہ باعثِ برکت ہو»۔ چنانچہ نبی ﷺ سے ان کی شادی ہوئی تو ان کی وجہ سے بنی المصطلق کے سو گھرانوں کو آزادی کا پروانہ ملا، کیونکہ ان کا تعلق بنی المصطلق سے تھا۔

یہ بہت زیادہ عبادت گذار تھیں، اپنی جائے نماز جگہ پر بیٹھ کر دن کے آدھے پہر تک اللہ کا ذکر کرتی رہتیں۔ خود بیان کرتی ہیں: «أَتى عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غُدْوَةً وَأَنَا أُسَبِّحُ، ثُمَّ انْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ رَجَعَ قَرِيباً مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالَ: مَا زِلْتِ قَاعِدَةً؟ قُلْتُ: نَعَمْ» صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میں تسبیح کر رہی تھی پھر آپ اپنی حاجت کے لیے چلے گئے اور نصف نہار کے

قریب واپس لوٹے تو فرمایا: کیا تو ابھی تک بیٹھی ہو؟ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ (مسند احمد)

10 - صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا :

یہ ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ وجاہت، شرافت، عقل، دین، حلم اور عزت ووقار کا پیکر تھیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: «وَإِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ، وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ، وَإِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ» تو ایک نبی کی بیٹی ہے، تیرا چچا بھی نبی ہے اور تو ایک نبی کے عقد میں ہے۔ (ترمذی)

11 - میمونہ بنت حارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا :

ان کا شمار عظیم خواتین میں ہوتا تھا نیز وہ بڑی صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ اللہ تعالی نے انہیں صاف دل، پاک طینت اور عبادت کا بڑا پابند بنایا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرماتی ہیں: «وہ ہم میں سب سے زیادہ اللہ کا تقوی اختیار کرنے والی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھیں»۔

نبی ﷺ کے ساتھ ان کا رہن سہن۔

یہ وہ ازواجِ مطہرات ہیں جنھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ایسے گھروں میں زندگی بسر کی جو کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے تھے تاہم ایمان اور تقویٰ سے معمور تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ غربت اور بھوک پر صبر کیا۔ کئی کئی ماہ ایسے بھی گزر جاتے تھے کہ ان کے گھروں میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ اور کئی دن ایسے گزر جاتے کہ گھر میں ایک عدد کھجور کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا وقت بھی گزارنا پڑتا کہ گھر میں پانی کے علاوہ کوئی کھانا نہیں ملتا۔

ان میں سے پانچ ازواج مطہرات ایسی ہیں جن کی عمر آپ ﷺ سے شادی کے وقت چالیس سے ساٹھ سال کے درمیان تھی، اس طرح آپ ﷺ نے بیواؤں اور ان کے یتیم بچوں کا سہارا بننے کا کام کیا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو ان کی عمر چالیس سال تھی اور ان کے تین بچے تھے حالانکہ آپ ﷺ اس وقت کنوارے تھے۔ اسی طرح زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ بھی بیوہ تھیں اور ان کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تھی تو وہ بھی بیوہ تھیں اور ان کے چھ (6) بچے بھی تھے، اسی طرح سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو وہ بھی بیوہ تھیں اور ان کی عمر پچپن (55) سال تھی۔ آپ ﷺ ان کے لیے مشفق و مہربان، محسن وبہی خواہ، اچھا برتاؤ کرنے والے اور خوش باش ونرم خو خاوند تھے۔ لہذا جو کوئی سعادت چاہتا ہو تو وہ خیر البشر ﷺ کو اپنا قدوہ اور آئیڈیل بنائے۔

اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ ازواجِ مطہرات کے قافلے میں شامل ہو جائیں کیونکہ کوئی بھی عورت اپنے حجاب، صلاح، تقویٰ اور خاوند و اولاد کے ساتھ احسان میں امہات المومنین کے طریقوں کو اپنائے بغیر کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔

حجرہ نبویہ

حجرہ نبویہ

اس سے مراد وہ گھر ہے جس میں نبی ﷺ، ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہتے تھے۔ اور یہ عہد نبوی، عہد خلفاء راشدین اور عہد بنی امیہ کے شروع میں مسجد سے باہر اس کے جنوب مشرقی جانب تھا۔ یہ گھر ’’حجرۂ نبوی‘‘ کے نام سے اس لیے مشہور ہو گیا کہ نبی ﷺ اس میں فوت ہوئے اور اسی میں دفن کئے گئے۔

حجرہ نبویہ کے اوصاف:

یہ حجرہ جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں مختلف مراحل سے گذرا ہے:

پہلا مرحلہ:

ہجرت کے پہلے سال رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے ساتھ خود اس کی تعمیر کی۔

اور یہ دو چیزوں پر مشتمل تھا:

أ- ایک کمرہ تھا جس کی دیواریں کچی اینٹوں اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ایک لکڑی کا دروازہ تھا جو کمرے کی شمال مشرقی جانب صحن میں کھلتا تھا۔ محمد بن ہلال فرماتے ہیں کہ میں نے ازواج مطہرات کے گھروں کو دیکھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا کے دروازہ کا رخ شام کی طرف تھا[1]۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کی قبر حجرے میں داخل ہوتے ہوئے دائیں ہاتھ پر دیوار کے ساتھ ملی ہوئی ہے[2]۔

---

(1) سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۳/۳۴۹

(2) الأم ۲/۱۴۷

اس کمرے کی جنوبی دیوار (4,90) میٹر لمبی تھی۔

اور شمالی دیوار کی لمبائی (5,24) میٹر تھی۔

اور مشرقی و مغربی دیواروں کی لمبائی (3,90) میٹر تھی[(1)]۔

تو اس طرح کمرے کا کل رقبہ (17,75) مربع میٹر تھا۔

داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حجرات نبی ﷺ دیکھا ہے۔ وہ کھجور کی چھڑیوں سے بنے ہوئے تھے اور باہر سے بالوں کے ساتھ لیپ کئے ہوئے تھے اور میرا گمان ہے کہ صحن کی چوڑائی چھ یا سات ہاتھ تھی اور اندر کمرے کی چوڑائی دس ہاتھ اور چھت تقریباً سات سے آٹھ ہاتھ اونچی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کا دروازہ (مدینہ کے) مغرب میں تھا[(2)]۔

کمرے کی اونچائی تقریباً دو میٹر تھی۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں: میں نبی ﷺ کے گھروں میں جاتا تھا جبکہ ابھی میں لڑکا ہی تھا اور میرے ہاتھ چھت تک پہنچ جاتے تھے[(3)]۔

---

(1) خلاصة الوفاء 201/2، الدرة الثمينة 358/2۔
دیواروں کی لمبائی خود سمہودی رحمہ اللہ نے ذراع کے پیمانے کے مطابق کھجور کی ایک لمبی ٹہنی سے ناپا ہے۔ اور میں نے لمبائی کو میٹر اور سینٹی میٹر میں بدل دیا ہے۔ سمہودی نے جو ذراع استعمال کیا ہے اس کی لمبائی (46) سینٹی میٹر تھی۔ (وفاء الوفاء 85/1، 50/2، 326، 330، خلاصة الوفاء 201/2)

(2) الأدب المفرد: ۴۵۱۔ مدینہ کا مغرب شام ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: «لا يزال أهل الغرب ظاهرين» اہل غرب ہمیشہ غالب رہیں گے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فتاوی (548/3) میں لکھتے ہیں: مدینہ والے شام والوں کو اہل غرب کہتے تھے۔

(3) الأدب المفرد للبخاري (450)، شعب الإيمان للبيهقي (10250)، الرد على البكري 146/1، خلاصة الوفاء 71/2

اس گھر کے منافع:

آپ ﷺ کا گھر رقبے کے اعتبار سے تو چھوٹا تھا لیکن برکت والا تھا۔ نبی ﷺ اس سے کئی منافع حاصل کرتے:

1 - اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ اس میں رہتے تھے۔

2 - اس میں چارپائی تھی جس پر آپ سویا کرتے تھے۔

3 - اسی میں نفلی نماز پڑھتے تھے۔

4 - اسی میں زیارت کرنے والوں سے ملتے تھے۔

5 - آپ ﷺ اور مہمانوں کے لیے اسی میں کھانا تیار کیا جاتا۔

6 - اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامان کی جگہ بھی تھی جس میں الماری تھی۔

اور یہ سارے کام ایک ہی کمرے میں ہوتے تھے۔

اور بعض گھروں میں تو امہات المومنین کی اولاد بھی تھی جو شادی کے وقت ساتھ لے کر آئیں۔ وہ اولاد اور ربائب بھی اسی کمرے میں رہتے تھے اور مجموعی اعتبار سے آپ ﷺ کے گھروں میں تقریباً دس کے قریب اولاد تھی۔

اور آپ ﷺ کے گھر کے چھوٹا ہونے کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھتے وقت جب سجدہ کرتے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کو آہستہ سے دبا دیتے تاکہ وہ اپنے پاؤں سمیٹ لیں اور آپ ﷺ اس جگہ سجدہ کر سکیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا» میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سو

ئی رہتی اور میرے پاؤں آپ ﷺ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے، تو میرے پاؤں کو آہستہ سے دبادیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور آپ جب کھڑے ہو جاتے تو میں انہیں پھر پھیلا دیتی۔(متفق علیہ)

اس حدیث کے معنی کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ کمرے کی چوڑائی ساڑھے تین (3,50) میٹر تھی اور چارپائی کی چوڑائی تقریباً ڈیڑھ (1,50) میٹر تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا جہاں لیٹی ہوتی تھیں اس کی مقدار تقریباً پینسٹھ سینٹی میٹر (0,65) تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بارے میں خود فرماتی ہیں: «وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ يُصَلِّي» میں نبی ﷺ کے آگے اپنے بستر پہ لیٹی ہوتی اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے۔(سنن نسائی)

پھر نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہلکا کچوکا لگاتے تاکہ وہ اپنے پاؤں سمیٹ لیں تاکہ سجدے کی جگہ تقریباً (1,35) میٹر یعنی ایک میٹر پینتس سینٹی میٹر ہو جائے۔

ب- **ان کا حجرہ:** کمرے کے باہر کھجور کی چھڑیوں کا بنا ہوا صحن تھا اور اس پر چھت نہیں تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ العَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي، لَمْ يَظْهَرِ الفَيْءُ بَعْدُ» نبی کریم ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج ابھی میرے حجرے میں جھانکتا رہتا تھا۔ ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا تھا۔(متفق علیہ)

اور اس کے مغربی جانب ایک دروازہ تھا جو مسجد کی طرف کھلتا تھا۔ اور اس دروازے کی چوکھٹ بھی تھی۔ جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ رَسُولُ الله ﷺ يَأْتِينِي

وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي المَسْجِدِ فَيَتَّكِئُ عَلَى عَتَبَةِ بَابِ حُجْرَتِي فَأَغْسِلُ رَأْسَهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي وَسَائِرُهُ فِي المَسْجِدِ» اللہ کے رسول میرے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ وہ مسجد میں معتکف ہوتے تو وہ میرے دروازے کی دہلیز پر ٹیک لگاتے اور میں آپ ﷺ کا سر اس حالت میں دھوتی کہ میں اپنے حجرے کے اندر ہوتی اور آپ ﷺ کا سارا جسم سر کے علاوہ مسجد میں ہوتا۔(سنن نسائی)

اور اس دروازے پر ایک سیاہ اون کا بنا ہوا پردہ بھی لٹکا ہوا تھا جس کی لمبائی (1,40) میٹر یعنی ایک میٹر چالیس سینٹی میٹر اور چوڑائی (0,46) میٹر یعنی چھیالیس سینٹی میٹر تھی۔

حجرہ کی لمبائی: حجرہ کی جنوبی اور شمالی دیواروں کی لمبائی تقریباً (5,24) میٹر یعنی پانچ میٹر چوبیس سینٹی میٹر تھی۔ جبکہ مشرقی اور مغربی دیواریں تقریباً (3, 50) میٹر یعنی ساڑھے تین میٹر لمبی تھیں۔

حجرہ کی دیواروں کی اونچائی: تقریباً (1, 60) میٹر یعنی ایک میٹر ساٹھ سینٹی میٹر تھی[1]۔

(1) الرد علی البکری 146/1، شعب الایمان للبیھقی 10250، الرد علی الاخنائی ص 323، الدرة الثمینة 358/2

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

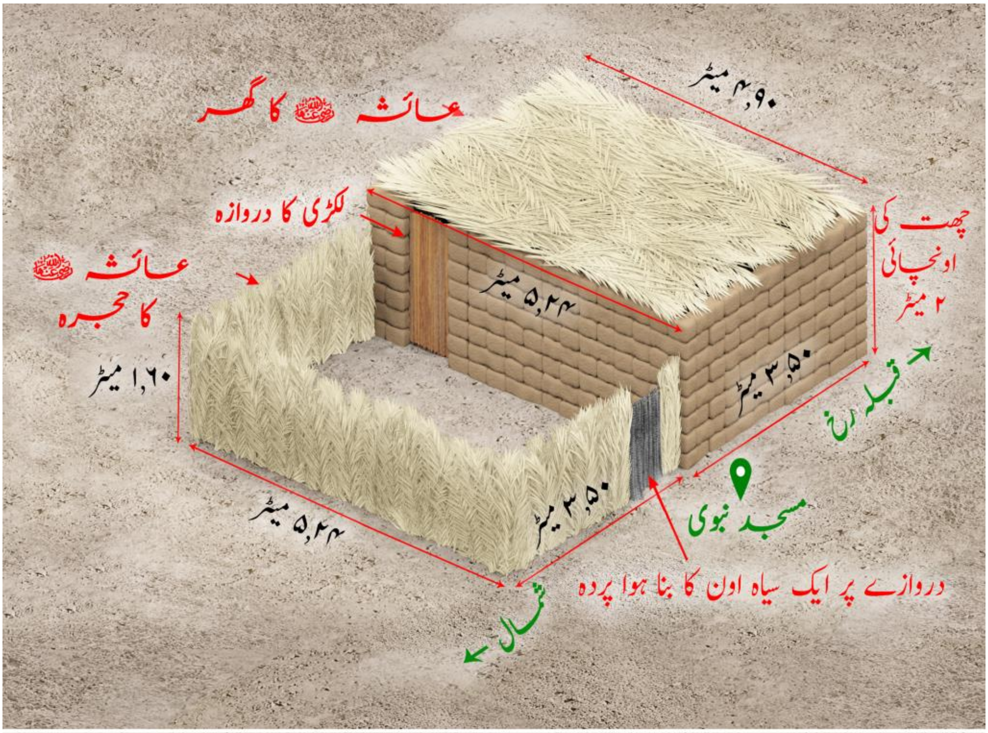

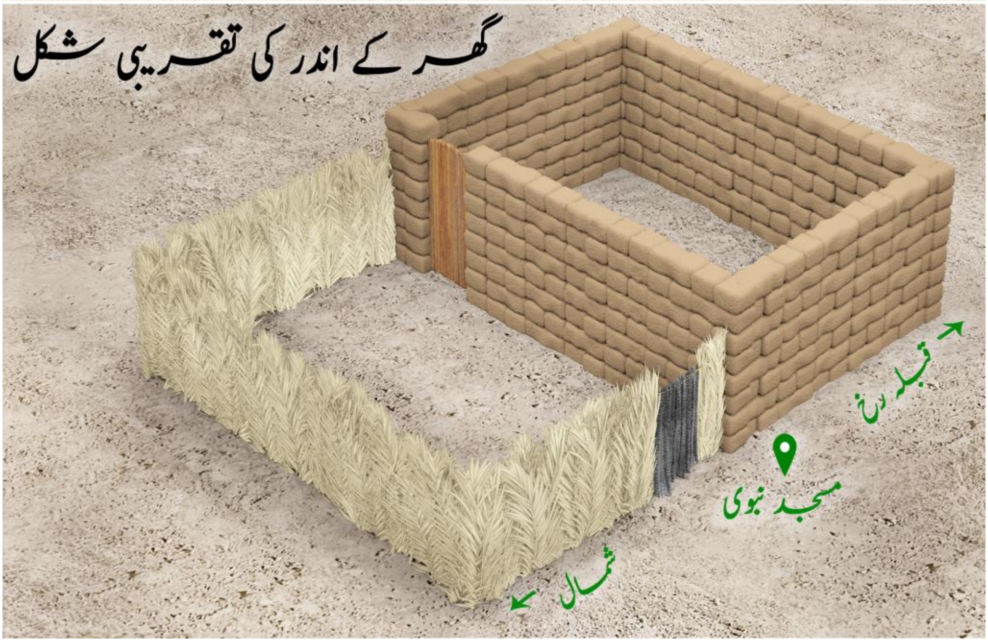

دوسرا مرحلہ:

نبی ﷺ کی وفات کے بعد سن 11 ہجری میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر نبوی ﷺ کی جانب پردہ لٹکا دیا تاکہ کمرہ، قبر سے جدا ہو جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں قبر والی جانب (زیارت کی لیے) کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے اور نہ ہی اس طرف زیادہ آتے تھے اور نہ ہی بار بار قبر نبوی ﷺ پر حاضر ہوتے تھے بلکہ آپ ﷺ کو حجرہ میں دفن ہی اس لیے کیا گیا تھا پھر آپ ﷺ نے صحابہ و غیر صحابہ سب کو اپنی قبر کے پاس آنے سے منع فرمایا ہے۔ صرف وہی لوگ کمرے میں داخل ہوتے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور وہ کمرے کے ایک گوشہ میں ہوا کرتی تھیں جو قبر سے الگ حصہ تھا اور تابعین میں سے اگر کبھی کوئی ان سے قبر دکھانے کے لیے کہتا تو صرف اس لیے دکھا دیتیں تاکہ وہ قبروں کی بابت سنت کو جان سکے کہ قبر زمین کے برابر ہونی چاہیے اس سے (زیادہ) اونچی نہیں ہونی چاہیے»(1)۔

(1) قاعدۃ عظیمۃ فی الفرق بین عبادات أھل الإسلام والإیمان ص 79

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

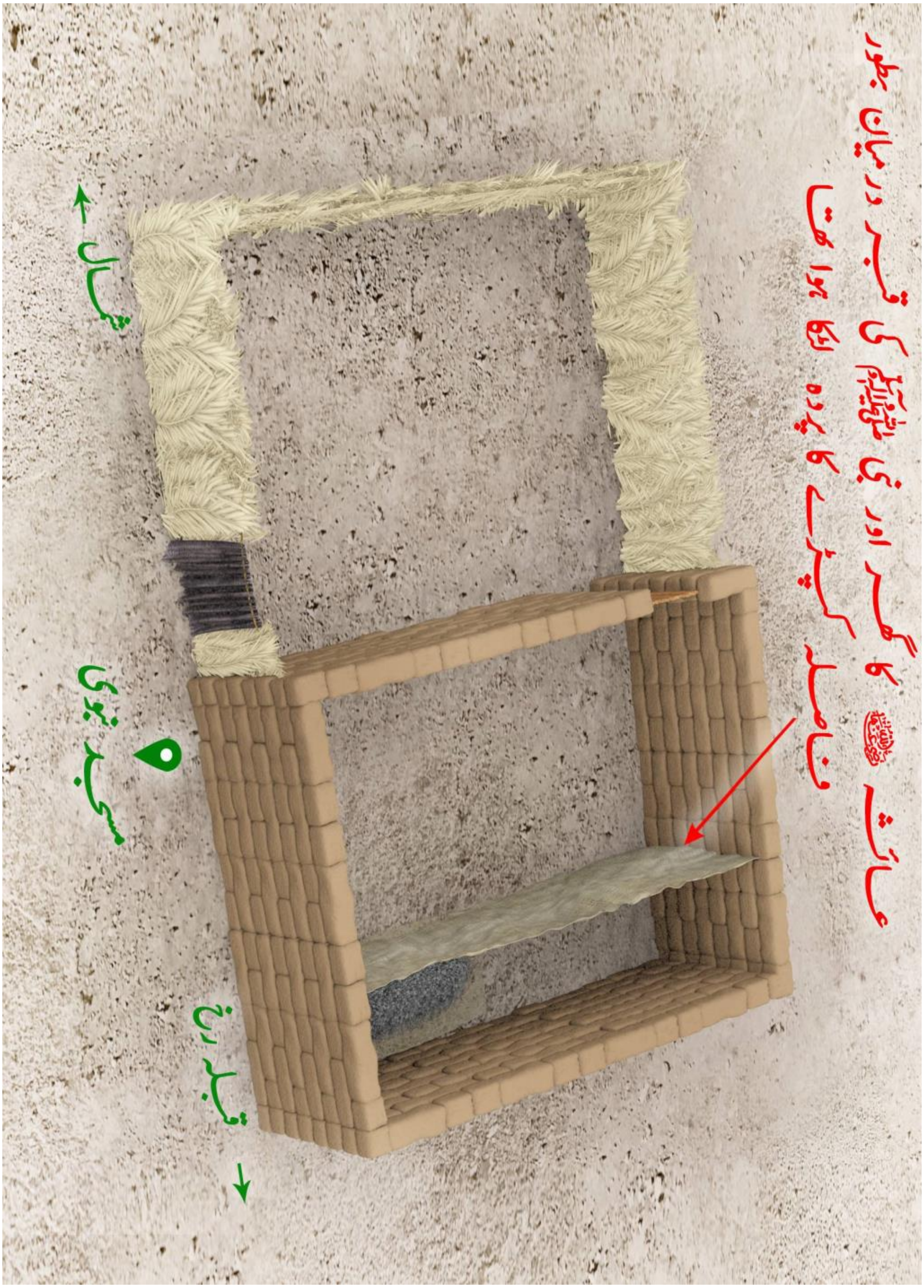

تیسرا مرحلہ:

جب 13 ہجری میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر حجرہ میں دو کام کیئے گئے۔

ا۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ حجرے میں دفن کیا گیا تو پردہ ہٹا کر پیچھے کیا گیا اور دونوں قبروں کے بعد لٹکا یا گیا۔

ب۔اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحن کی دیواروں کو جو کھجور کی چھڑیوں کی تھیں گرا کر کچی اینٹوں سے تعمیر کیا[1]۔

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

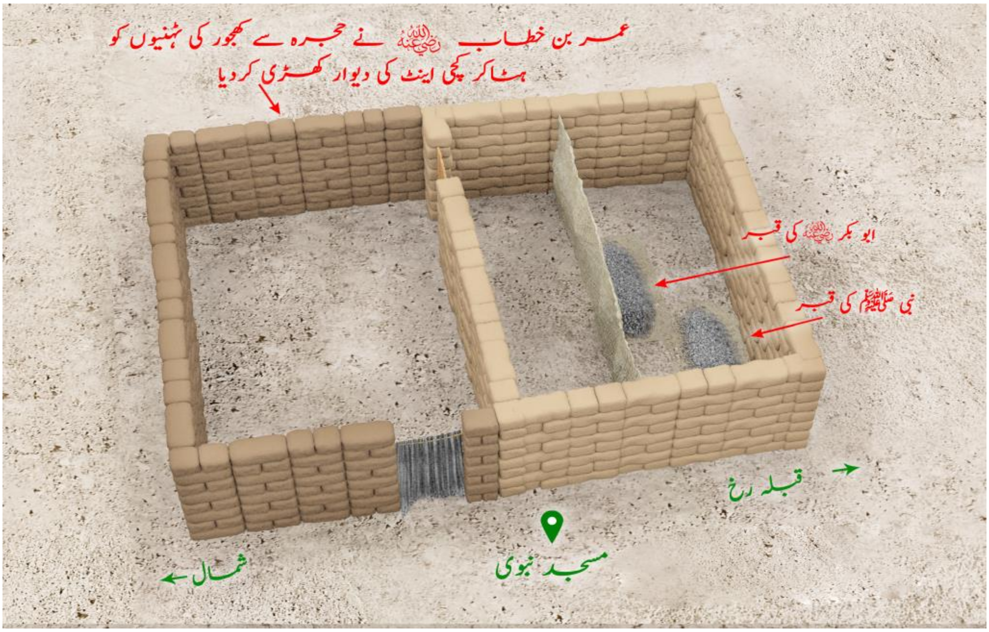

(1) وفاء الوفاء ۲/۳۰۱، طبقات ابن سعد ۱/۲۹۴

چوتھا مرحلہ:

جب (۲۳ ہجری) کو نبی ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیا گیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیا کی وجہ سے قبروں اور حجرے کے درمیان (پردے کی جگہ) دیوار تعمیر کروادی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے کمرے میں اپنا دوپٹہ اتار دیتی تھی کام کاج کا لباس استعمال کر لیا کرتی تھی یہاں تک کہ وہاں عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد سے میں مکمل لباس کا خیال رکھتی رہی یہاں تک کہ تینوں قبروں کے آگے دیوار تعمیر کی گئی پھر میں کام کاج کے کپڑے پہننے لگی(1)۔

اور اس دیوار میں ایک روشن دان تھا جس پر پردہ لٹکایا گیا تھا۔ تابعین رحمہم اللہ میں سے جب کوئی آپ سے قبریں دیکھنے کی اجازت مانگتا تو انہیں دکھا دیا کرتی تھیں تاکہ وہ قبر سے متعلق سنت کو سیکھ لیں کہ قبریں اونچی نہیں ہونی چاہیئے(2)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «میں نے ان سے عرض کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھادیں تو انہوں نے تینوں قبریں مجھے دکھائیں تو وہ بہت اونچی بھی نہیں تھیں اور بالکل زمین کے برابر بھی نہیں تھیں اور ان پر سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں»۔ (سنن ابو داود)

---

(1) طبقات ابن سعد ۳/۳۴۶

(2) قاعدۃ عظیمۃ فی الفرق لشیخ الاسلام ص:۷۹

اور عائشہ رضی اللہ عنہا ۳۵ سال تک اس حجرہ کے باقی حصے میں رہیں۔ جس کی لمبائی (۵,۲۴) پانچ میٹر چوبیس سینٹی میٹر اور چوڑائی تقریبا (0,72) میٹر یعنی بہتّر سینٹی میٹر تھی۔ اور مرتے دم تک اسی گھر میں زندگی گذاری۔

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

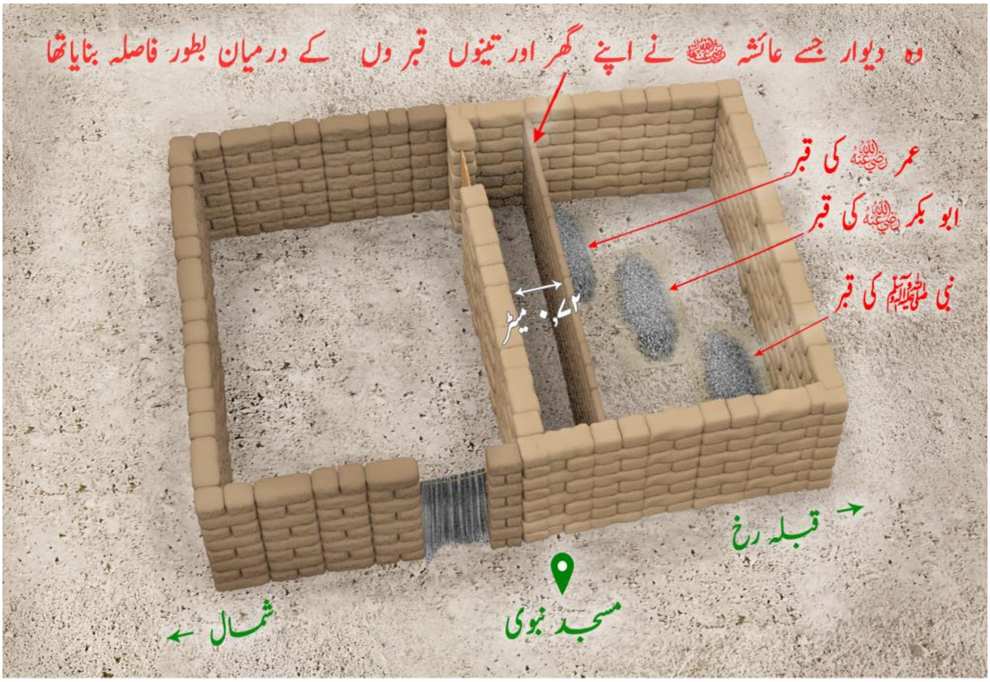

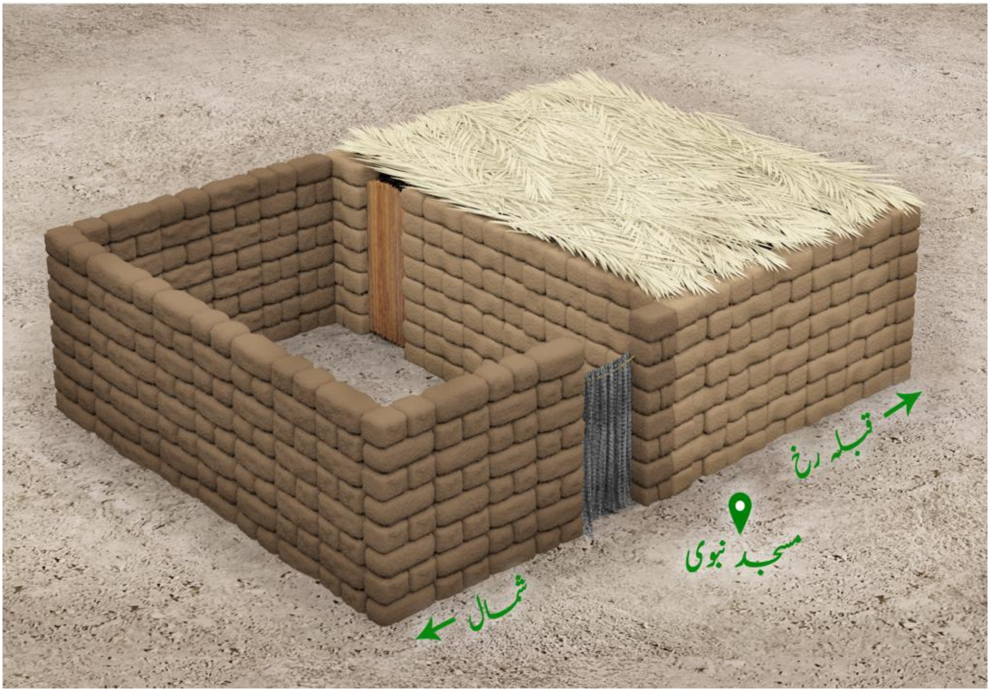

پانچواں مرحلہ:

جب لوگ قبروں کی زیارت کے لیے کثرت سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے لگے تو انہوں نے طاقچے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد دو مرتبہ کے علاوہ وہ بھی تعمیر کے وقت، آج تک کسی نے قبروں کو نہیں دیکھا، تفصیل آگے آ رہی ہے[1]۔

چھٹا مرحلہ:

سن (58) ہجری میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد وہ دروازہ بند رہا یہاں تک کہ جب حجرے کو مسجد میں داخل کیا گیا تو دروازہ ختم کر دیا گیا اور حجرے کے باہر ایک اور دیوار بنا دی گئی»[2]۔

---

(1) وفاء الوفاء 301/2، تحقیق النصرۃ ص 105.

(2) فتاوی شیخ الاسلام ۳۲۸/۲۷

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

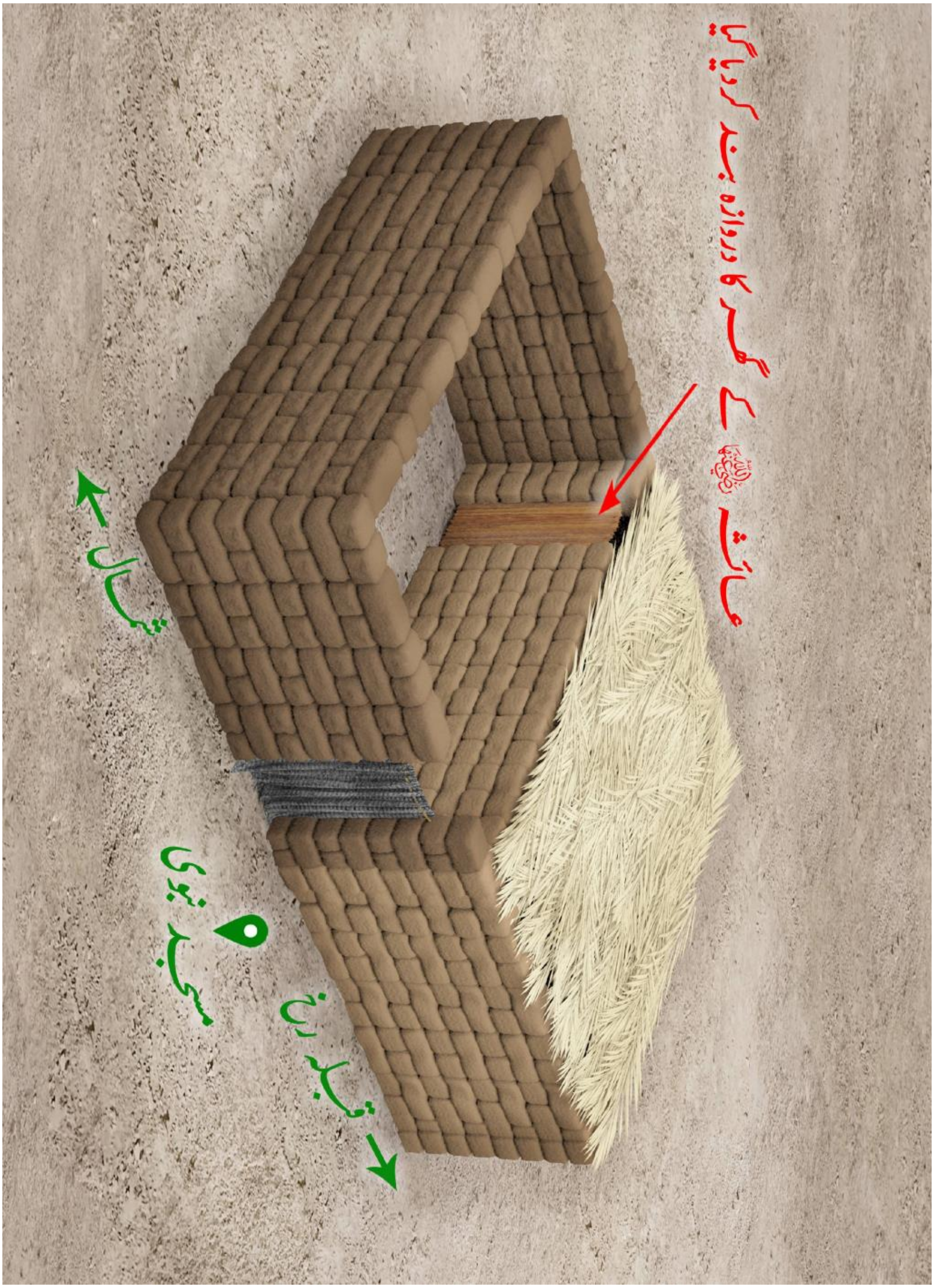

ساتواں مرحلہ:

سن(88)ہجری میں خلیفہ ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ نے مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز کو تین کاموں کا حکم دیا:

پہلا حکم: مسجد نبوی کو منہدم کر کے تعمیر نو کی جائے اور مشرق مغرب اور شمال کی جانب سے اس کی توسیع کی جائے اور ازواج مطہرات کے حجروں کو اس میں شامل کیا جائے۔

دوسرا حکم: عائشہ کے گھر کی کچی اینٹوں سے بنی دیواروں کو ختم کر کے بنیادِ نبوی پر سیاہ پتھروں سے تعمیر نو کیا جائے، جس کی لمبائی یہ تھی:

جنوبی دیوار کی لمبائی(4,90) میٹر۔

شمالی دیوار کی لمبائی(5,24) میٹر۔

مشرقی اور مغربی دیوار کی لمبائی(3,50) میٹر۔

اور اونچائی(6,13) میٹر۔

اور مشرقی دیوار کی موٹائی (0,63) میٹر اور باقی دیواروں کی موٹائی (0,73) میٹر تھی۔اور چھت لکڑی سے بنائی گئی۔اور حجرے کا کوئی دروازہ یا کھڑکی نہیں بنائی گئی تو کسی کے لیے آپ ﷺ کی قبر یا آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبروں تک پہنچنا (یا دیکھنا) ممکن ہی نہ رہا، سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ہم نے اندرونِ گھر کا کوئی دروازہ نہیں پایا اور نہ ہی دروازے کی جگہ»[1]۔

---

(1) وفاءالوفاء2/307)

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

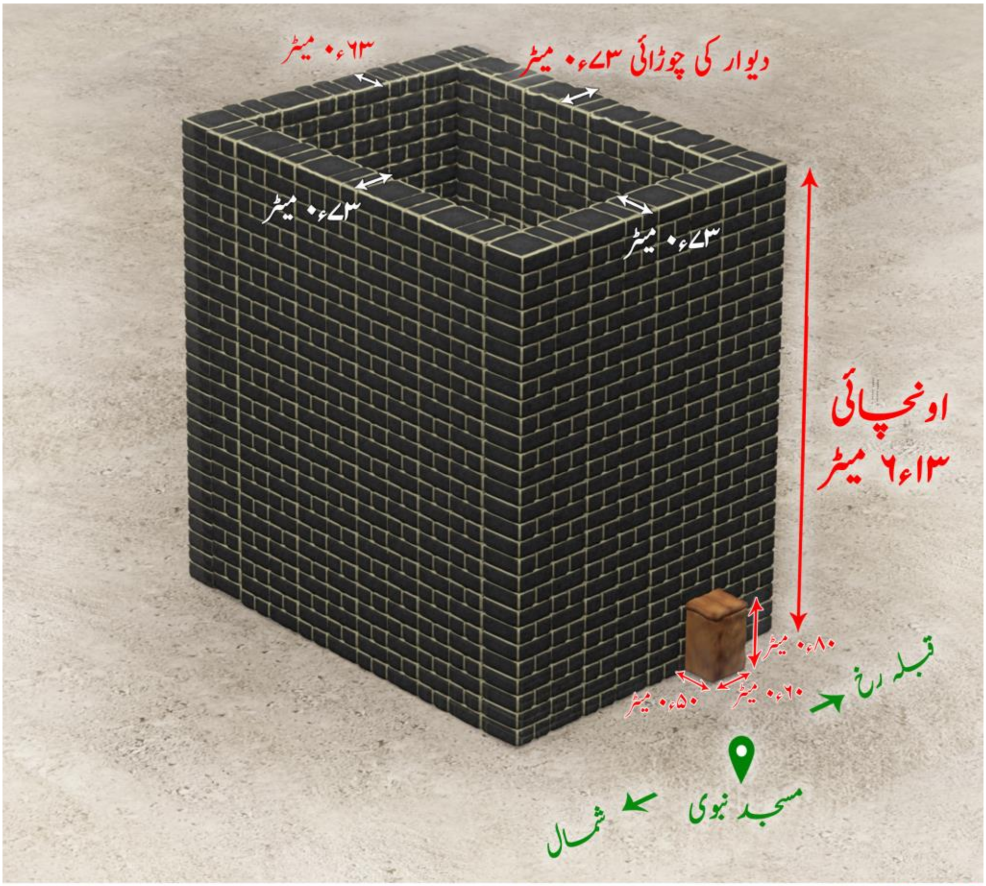

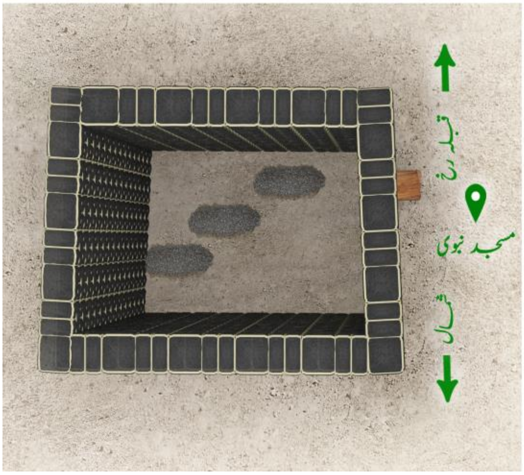

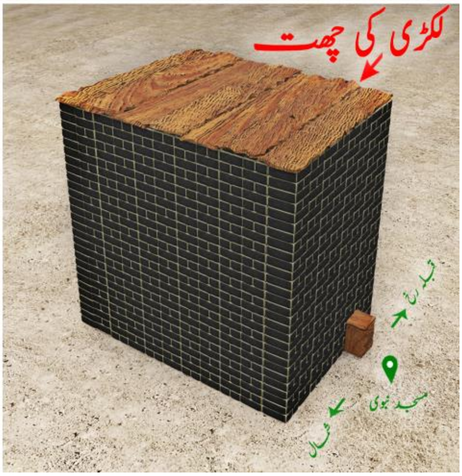

تیسرا حکم: حجرے کے باہر ایک خماسی دیوار (جس کے پانچ زاویے ہوں) بنانے کا حکم دیا جو سیاہ پتھر سے بنی ہوئی ہو اور حجرے کو گھیرے ہوئے ہو اور وہ اس کا پچھلا حصہ مثلث نما ہوتا کہ نہ تو حجرے یعنی صحن کے اندر اور نہ ہی اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی جاسکے اور اس کو قبلہ کی دائیں جانب سے موڑ دیا جائے ۔ اس دیوار میں بھی کوئی دروازہ یا کھڑکی نہیں ہے۔

یہ دیوار مغربی جانب سے حجرے کی دیوار کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور جنوبی اور مشرقی جانب اس کے اور حجرے کی دیوار کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہے۔ اور شمالی (مثلث دیوار کی) جانب سے اس خماسی دیوار اور حجرے کی دیوار کے درمیان خاصہ فاصلہ ہے، اس دیوار کے شمال مغربی جانب ایک لکڑی کا صندوق ہے جو زمین کے ساتھ متصل ہے اور داخلی دیوار کے برابر ہے اور اس کی علامت کے طور یہ ہے کہ کمرے کی دیوار کی جگہ ہے اور اس کی لمبائی (0,60) میٹر جبکہ اس کی چوڑائی (0,50) میٹر اور اونچائی (0,80) میٹر ہے۔ اور گہرائی (0,50) میٹر ہے۔

اور اس خماسی دیوار کی موٹائی ہر جانب سے (0,63) میٹر اور اونچائی (6,13) میٹر اور یہ وہ دیوار ہے جس کے اوپر (سبز) پردہ لٹکا ہوا ہے جو باہر والی پیتل جالی سے نظر آتا ہے[1]۔

(1) وفاء الوفاء 126/2، خلاصۃ الوفاء 125/2، جواب فی الحلف بغیر اللہ لشیخ الاسلام 14

اس خماسی دیوار کی لمبائی یہ ہے:

جنوبی دیوار کی لمبائی: (7,80) میٹر ہے۔

مغربی دیوار کی لمبائی: (7,75) میٹر ہے پھر یہی دیوار مشرق کی جانب مغربی دیوار میں (1,15) میٹر تک مڑ جاتی ہے، اور پھر وہاں سے مثلث دیوار کا آغاز ہوتا ہے جو مغربی شمالی جانب (5,77) میٹر اور مشرقی شمالی جانب (6,44) میٹر لمبی ہے۔

مشرقی دیوار کی لمبائی (5,77) میٹر ہے۔

مخمس دیوار کی شکل تقریباً اس طرح ہے:

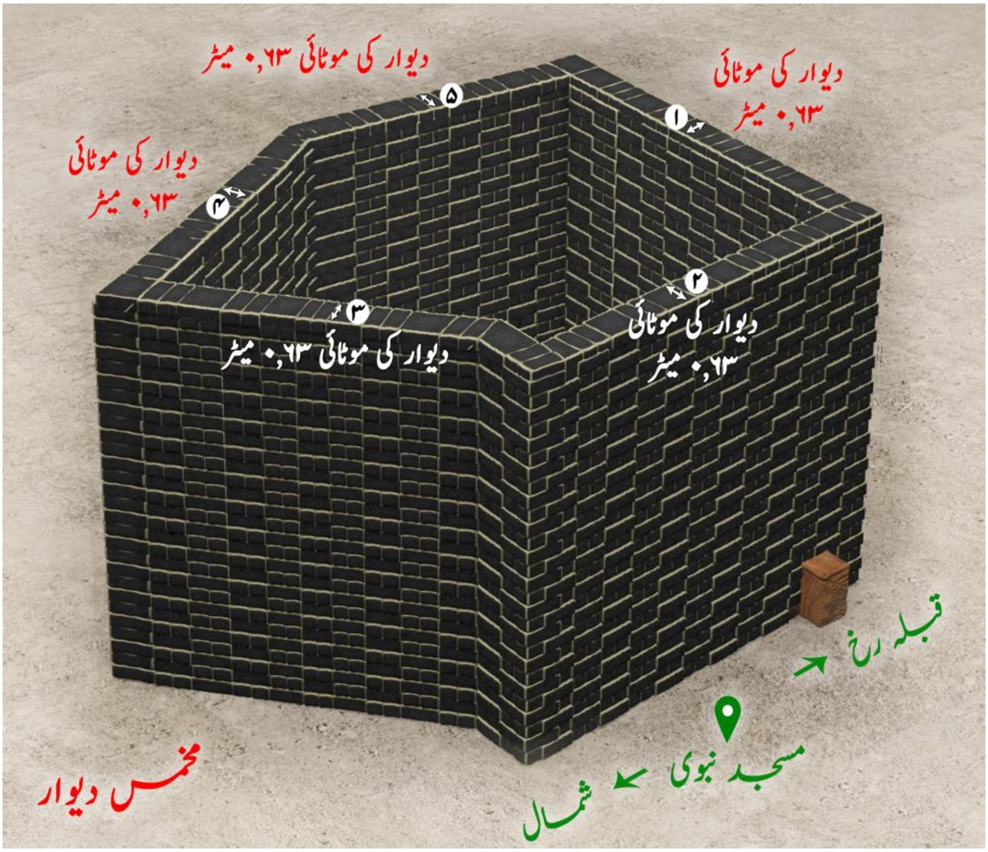

خماسی (پانچ رکنی) دیوار اور داخلی دیوار کی تقریبی شکل

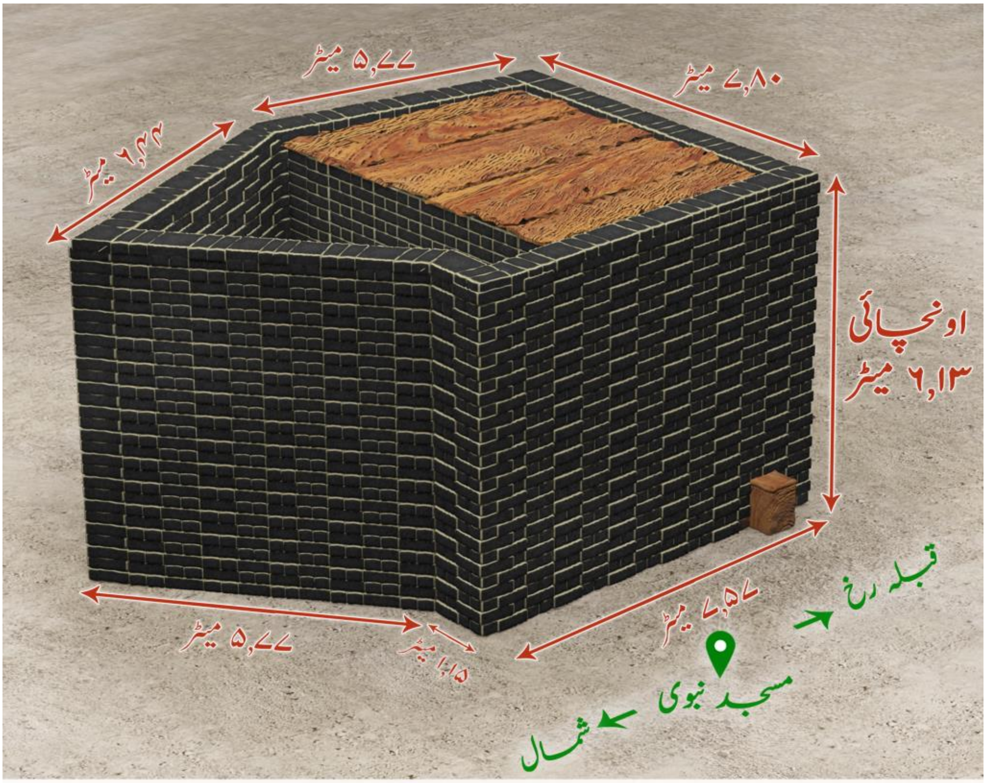

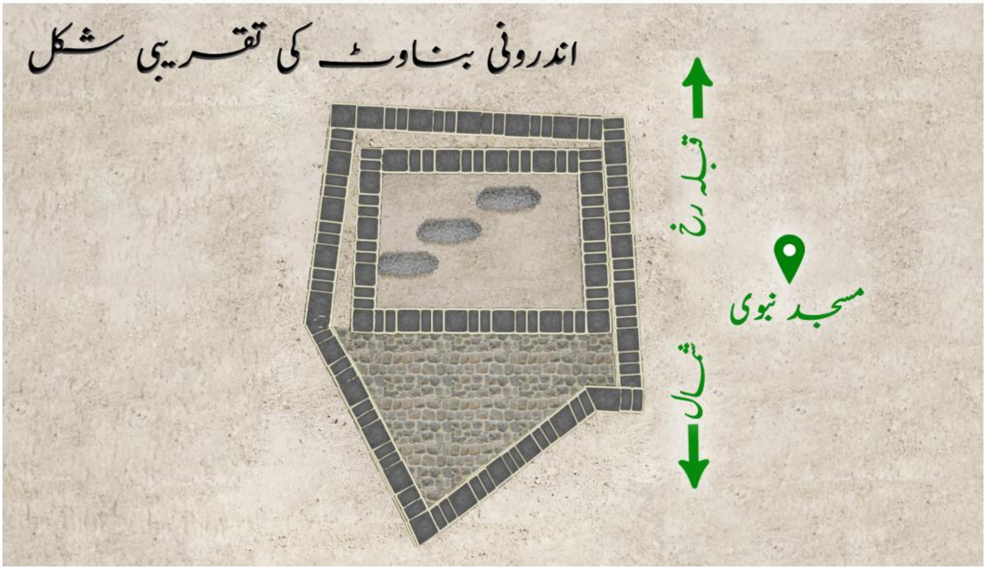

آٹھواں مرحلہ:

اموی خلیفہ متوکل نے، اپنے دورِ حکومت میں جو (232) ہجری سے (247) ہجری تک رہا، حجرے کی اس خماسی دیوار کے نیچے پُشتہ کے طور ماربل لگوایا اور اس کی اونچائی تقریبا (ا) میٹر رکھی گئی[1]۔

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

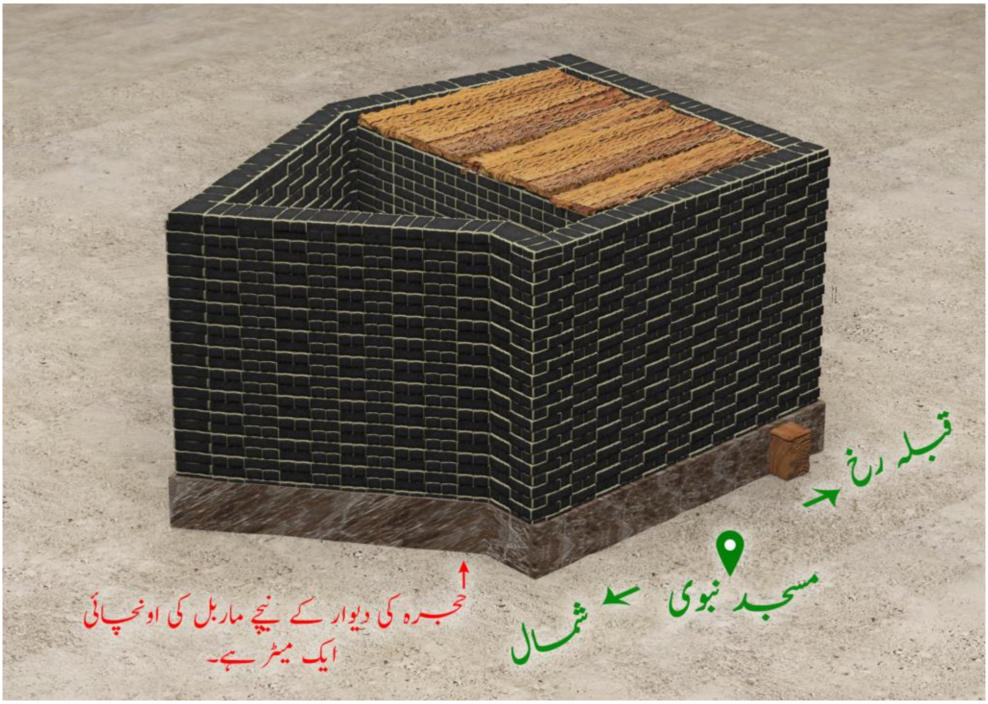

(1) وفاء الوفاء 2/338، الدرۃ الثمنیۃ 2/939

نواں مرحلہ:

اموی خلیفہ مقتفی کے زمانے میں (548 ہجری) کو دوبارہ اس ماربل کے پشتہ کی تجدید کی گئی اور اس کی اونچائی تقریباً دو میٹر کردی گئی[1]۔

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

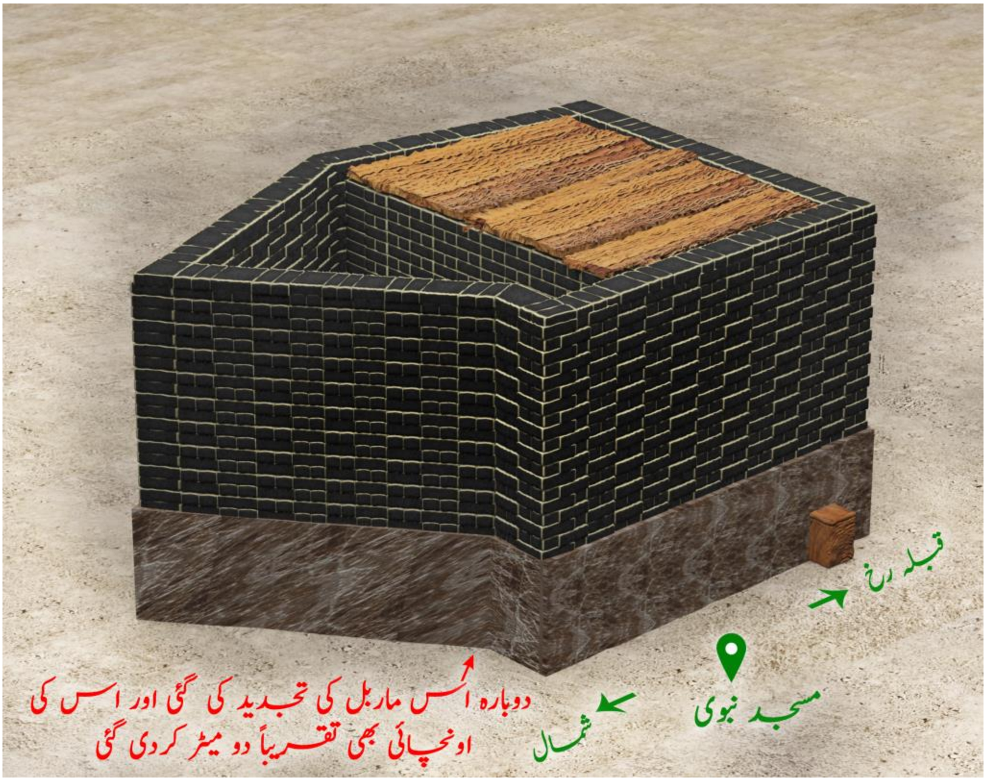

(1) الوفاء الوفاء: 2/338، التاریخ الباہر: 118، المغانم المطابۃ: 165

دسواں مرحلہ:

سلطان قایتبای کے دور میں منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے:

1 - انہدام:

14 شعبان 881 ہجری کو بیرونی اور اندرونی دیوار کے گرانے کا آغاز ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

أ - **بیرونی دیوار:** مشرقی جانب کی دیوار کو زمین سے (1,84) میٹر کے بعد اوپر تک تقریباً (2,30) میٹر شمالاً جنوباً گرادیا گیا۔

اس حصہ کو اس لیے گرایا گیا کیونکہ اس میں کچھ جھکاؤ پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اندرونی دیوار میں شگاف پیدا ہو گیا تھا اور وہ بیرونی دیوار کی طرف مائل ہو گئی تھی[1]۔

ب - **اندرونی دیوار** اور اس کا جو حصہ منہدم کیا گیا اس کا بیان مندرجہ ذیل ہے:

1 - حجرہ کے اندرونی دیوار کے مشرقی اور شمالی دونوں حصوں کو مکمل گرایا گیا۔

2 - جنوبی دیوار کی مشرقی جانب میں سے (1,84) میٹر دیوار کو زمین تک گرایا گیا۔

3 - مغربی دیوار کا کچھ حصہ شمالی جانب سے تقریبا (2,30) میٹر زمین تک گرادیا گیا۔

4 - جنوبی اور مغربی دیواروں میں سے جو بقیہ حصہ تھا اس کو بھی اوپر سے (2,30) میٹر تک گرادیا۔

---

(1) وفاءالوفاء 401/2

تو یوں حجرے کی اصل بناوٹ میں سے صرف جنوبی اور مغربی دیواروں کا بقیہ حصہ ہی رہ گیا۔

اور حجرے کی بنیادوں میں سے صرف جنوب مشرقی اور غرب شمالی بنیادیں باقی رہ گئیں۔

جو دیوار منہدم کی گئی اس کی تقریبی شکل:

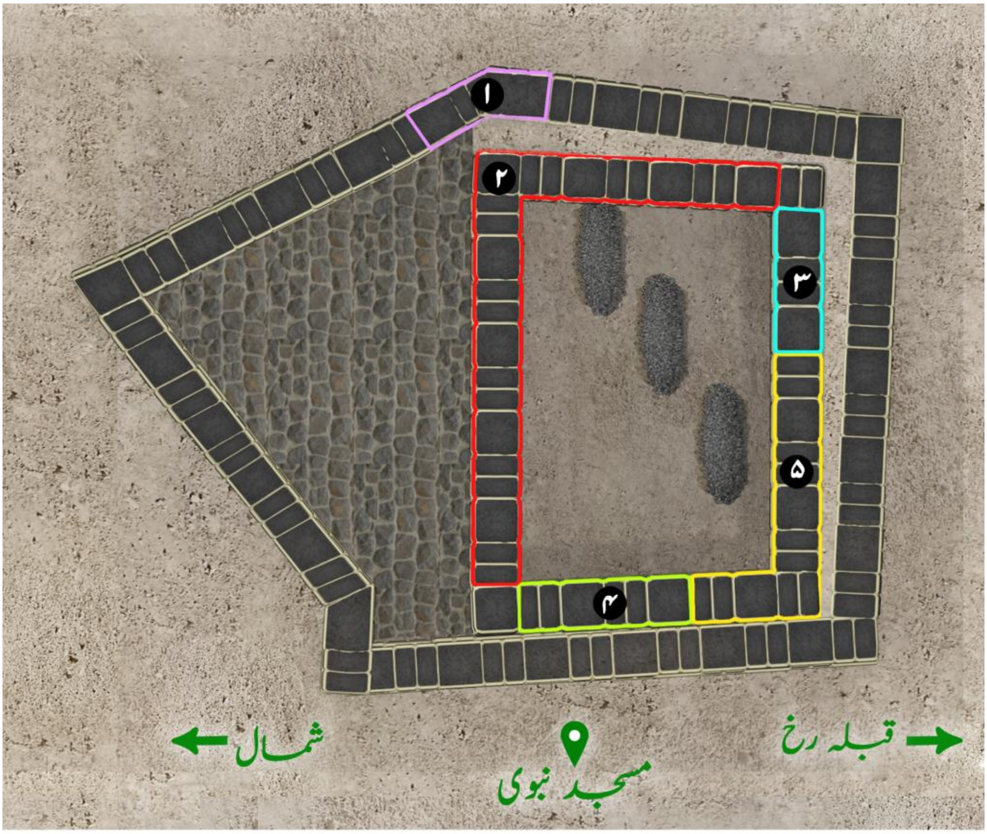

① منہدم دیوار کی مقدار جنوب وشمال میں ۲,۳۰ میٹر، اور زمین سے اوپری حصے تک ۱,۸٤ میٹر

② پوری دیوار کو منہدم کردی گئی

③ دیوار کو منہدم کردی گئی تقریبا ۱,۸٤ میٹر

④ دیوار کا کچھ حصے منہدم کردیا گیا تقریبا ۲,۳۰ میٹر

⑤ دیوار کے اوپر والے حصے کو منہدم کردیا گیا تقریبا ۲,۳۰ میٹر

2 - تعمیر نو:

27 شعبان 881 ہجری کو ان دیواروں کی تعمیر نو کا آغاز کیا گیا اور مندرجہ ذیل کام کیے گئے۔

أ - دیواریں:

1 - جن دیواروں کو گرایا تھا ان کو حجرے کے انہیں پتھروں سے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

2 - مشرقی جانب کی اندرونی اور بیرونی دونوں دیواروں کے مابین فاصلہ ختم کر کے دونوں دیواروں کو ملا دیا گیا۔

3 - اسی طرح جنوبی جانب کی دونوں دیواروں کو ملا دیا گیا۔

4 - اندرونی دیواروں میں سے شمالی دیوار کے تہائی حصے کی موٹائی کو زیادہ کر دیا تاکہ وہاں موجود ستون دیوار میں شامل ہو جائے۔

5 - خماسی دیوار پر لگے ماربل کی تجدید کی گئی۔

جس طرح پہلے تھا اسی طرح اب بھی کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں بنایا گیا اور کسی کا قبروں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

حجرے اور خماسی دیوار کی جنوبی اور مشرقی دیواروں کو آپس میں ملانے سے ان کی موٹائی یہ ہے:

جنوبی دیوار مغربی جانب سے (1,59) میٹر موٹی ہے جو مشرقی جانب تک (82 ,1) میٹر ہو جاتی ہے۔

مغربی دیوار کی موٹائی (1,36) میٹر ہے۔

شمالی تکون کی مشرقی اور مغربی دونوں دیواروں کی موٹائی (0,63) میٹر ہے۔

مشرقی دیوار جنوب کی طرف سے (1,41) میٹر ہے جو بڑھتی جاتی ہے اور شمالی کنارے تک (1,72) میٹر ہو جاتی ہے۔

اور حجرے کی اندرونی شمالی دیوار کی مغربی جانب (0,73) میٹر اور مشرقی جانب (1,36) میٹر موٹی ہے۔

اور یہ تعمیر نو کی تقریبی شکل ہے:

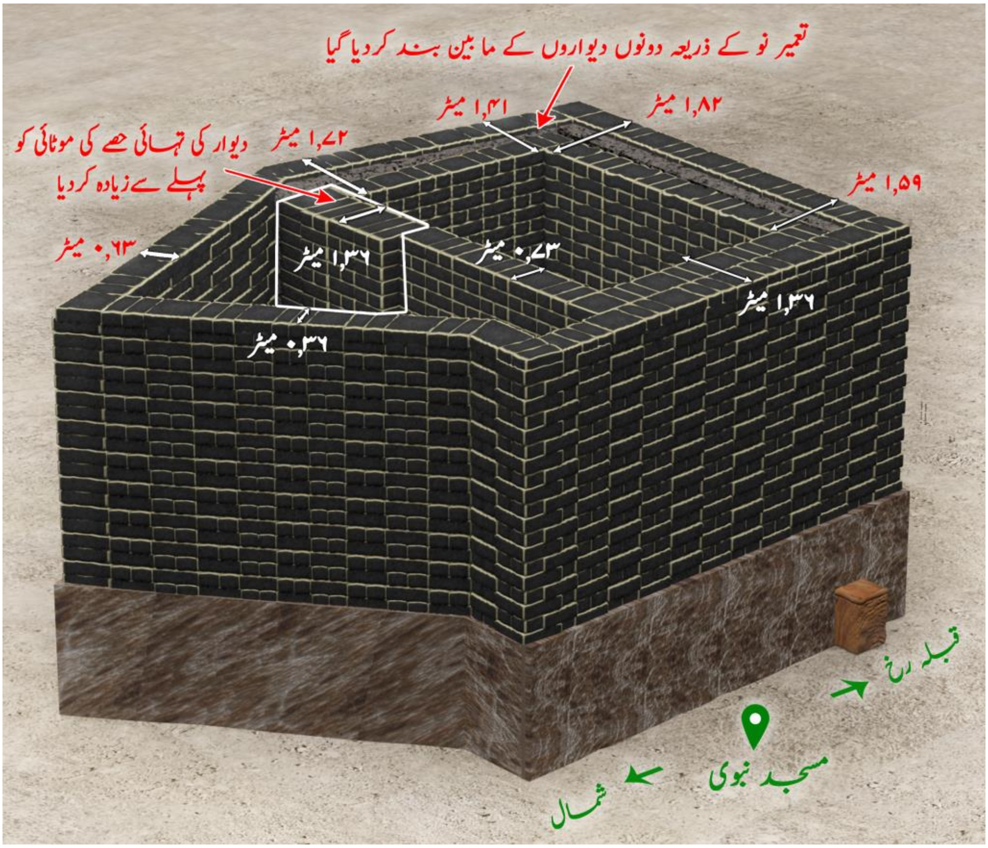

ب- چھت۔

عائشہ کے کمرے پر لکڑی کی چھت کو تبدیل کر کے لکڑی کا قبہ (گنبد) بنا دیا گیا اور اس گنبد کو مغرب کی طرف سے سیاہ پتھروں کے ساتھ مضبوط کیا گیا اور سفید پتھروں سے مکمل کیا گیا اور اس گنبد کی اونچائی (2,26) میٹر ہے اس طرح دیوار کی اصل اونچائی گنبد کے ساتھ مل کر (8,39) میٹر ہے اور ان کاموں کی تکمیل 7 شوال (881ہجری) کو ہوئی۔

تعمیر کی تقریبی شکل چھت کے ساتھ اس طرح ہے:

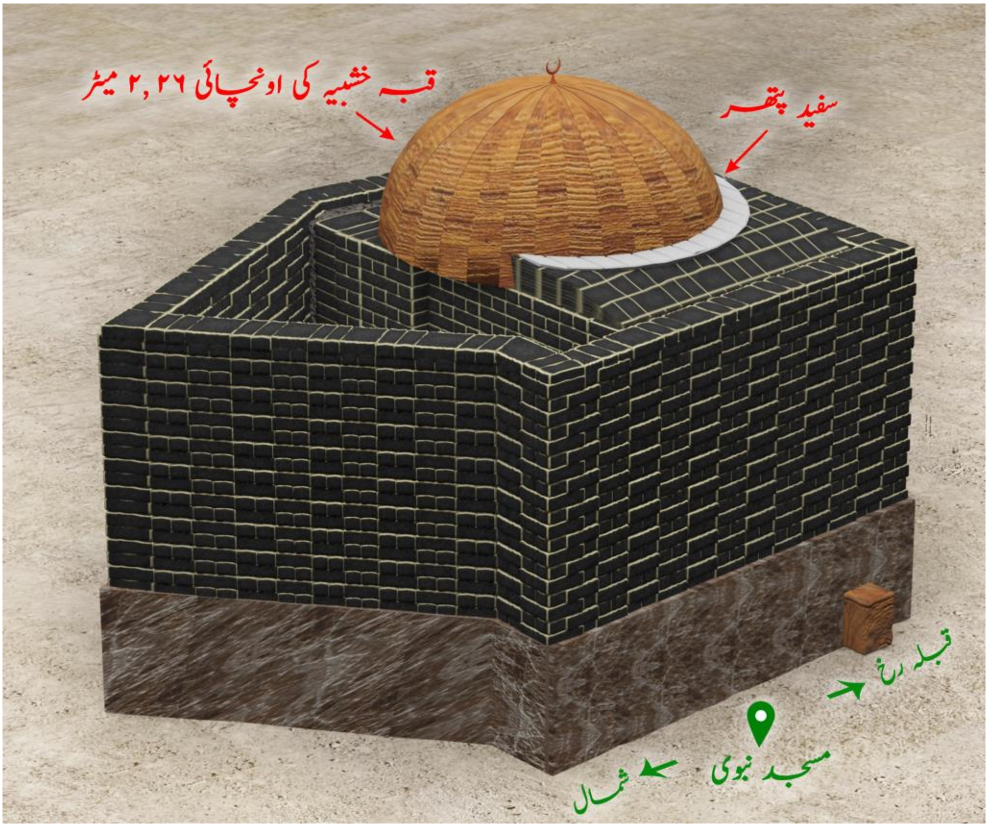

گیارہواں مرحلہ:

(886 ہجری) میں دوسری مرتبہ آتشزدگی کے بعد سلطان قایتبای نے حجرے (کی خماسی دیوار پر) نئے سرے سے ماربل نصب کروایا اور اس کی اونچائی میں اضافہ کیا تو کل اونچائی تقریباً 3 میٹر ہو گئی۔

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے۔

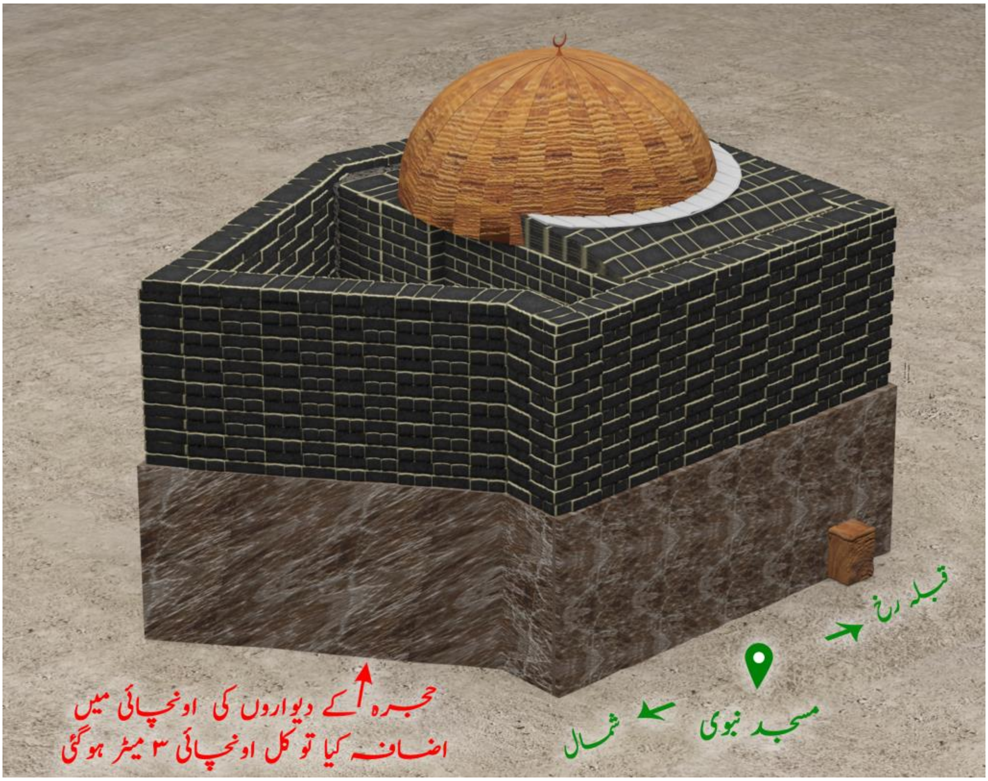

حجرۂ نبوی کی دیواروں کی موجودہ لمبائی

سلطان قایتبای رحمہ اللہ کے دور میں (886 ہجری) میں ماربل کی تنصیب کے بعد سے حجرہ اپنی اسی حالت پر برقرار ہے۔اس کے بعد کوئی تجدید نہیں کی گئی۔ حجرے کی اونچائی کا بیان گزر چکا ہے۔اور جہاں تک دیواروں کی لمبائی کی بات ہے تو ماربل لگانے کے بعد لمبائی زیادہ ہو گئی ہے،تاہم ماربل کی تنصیب کے بعد دیواروں کی لمبائی کا کسی نے ذکر نہیں کیاالبتہ اس کے بعد لمبائی میں زیادہ ہونے کی تفصیلات یہ ہیں:

جنوبی دیوار کی لمبائی(8) میٹر ہے۔

مغربی دیوار کی لمبائی(7,86) میٹر (شمال جانب سے)،(1,60) میٹر تک مشرق کی طرف مڑی ہوئی ہے۔

شمالی مثلث کی مغربی دیوار کی لمبائی(6,60) میٹر اور مشرقی دیوار میں (1,45) میٹر کے بعد ایک گول ستون ہے جو دیوار کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور اس کی لمبائی(1,50) میٹر ہے پھر اس کے بعد کی دیوار کی لمبائی(4,85) میٹر ہے اور حجرے کی مشرقی دیوار کی لمبائی (5,66) میٹر ہے۔

اور یہ اس کی شکل ہے:

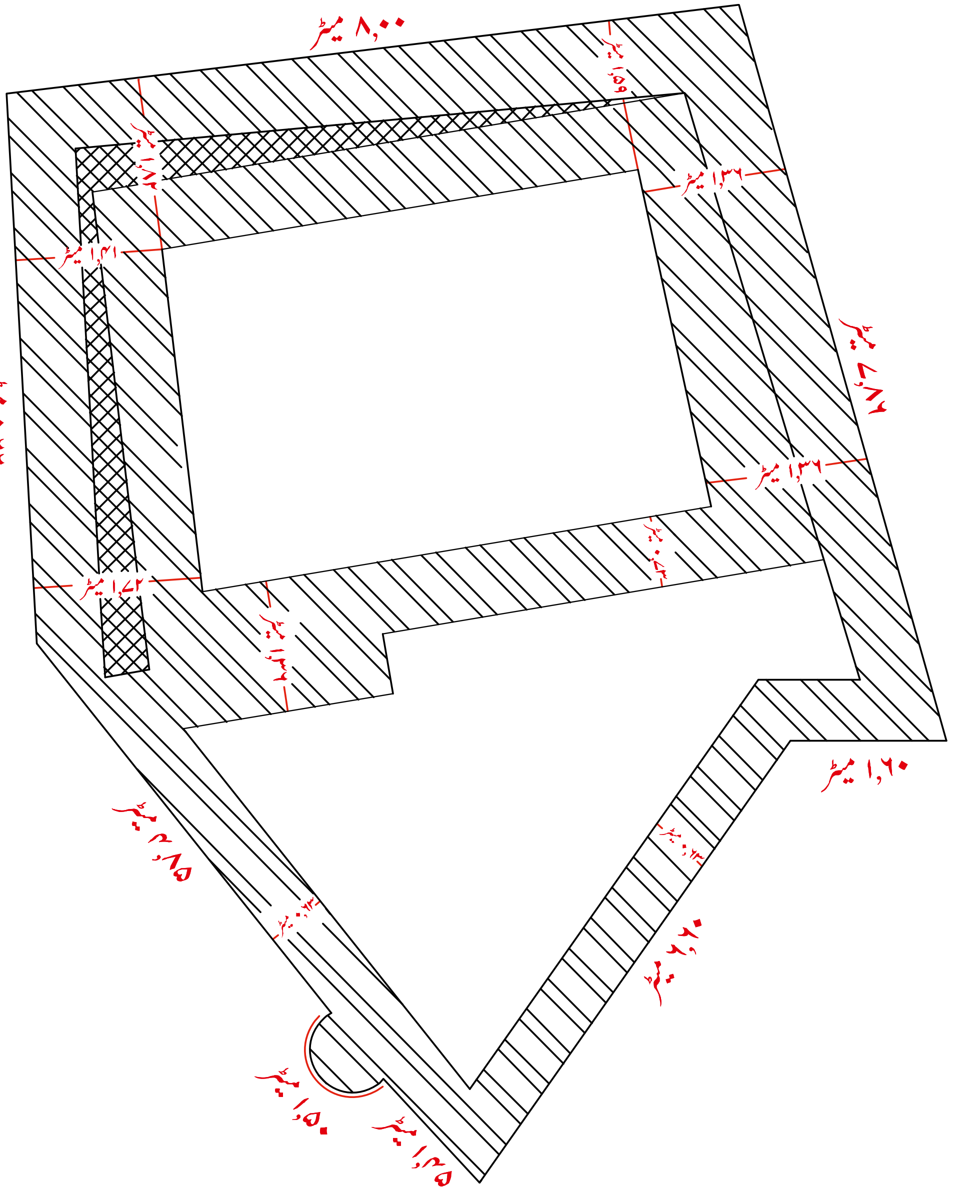

خارجی جالی

پھر مذکورہ دیواروں کے ذکر کے بعد جنوبی جانب ایک پیتل کی جالی ہے جس کے پاس لوگ کھڑے ہوکر نبی ﷺ اور صاحبین پر سلام بھیجتے ہیں اور باقی اطراف میں لوہے کی جالی ہے جس پر پیتل کی ٹیپ چڑھائی گئی ہے۔

یہ خارجی جالی مختلف مراحل سے گزری ہے:

1 - سلطان ظاہر بیبرس کے عہد میں (668 ہجری) کو سلطان نے ولید بن عبدالملک کی بنائی گئی دیواروں کے بعد لکڑی کی چاردیواری بنائی جس کی اونچائی (3,50) میٹر تھی۔

2 - سلطان العادل زین الدین کتبغار حمہ اللہ کے دور میں (694 ہجری) کو انہوں نے سابقہ چاردیواری کے ارد گرد ایک اور لکڑی کی چاردیواری کا اضافہ کیا۔

3 - (886 ہجری) کو جب مسجد نبوی میں آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو لکڑی کی دونوں چاردیواریاں خاکستر ہوگئی تو سلطان قایتبائی رحمہ اللہ نے قبلے کی جانب پیتل کی جالی لگائی اور باقی اطراف میں لوہے کی جالی لگائی گئی جس کو سبز رنگ کیا گیا تھا اور اس کے اوپر پیتل کی ٹیب چڑھائی گئی ہے۔

4 - عثمانی خلیفہ سلطان عبدالمجید خان کے عہد میں جب (1265 ہجری) سے (1277 ہجری) تک مسجد نبوی کی توسیع کی گئی تو اس وقت جنوب کی جالی کی تجدید کی گئی اور وہی جالی ہے جس کے پاس کھڑے ہوکر لوگ آپ ﷺ اور صاحبین پر سلام پڑھتے ہیں۔

اور یہ جالی ابھی تک اسی حالت میں موجود ہے[1]۔

یہ جالی مندرجہ ذیل جگہوں کو گھیرے ہوئے ہے:

أ - حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ۔

ب - بیتِ عائشہ رضی اللہ عنہا ۔

ج - حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا کچھ حصہ۔

د - ریاض الجنہ کا کچھ حصہ۔

ہ - فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر۔

و - مشرقی جانب کی کچھ خالی جگہ۔

(1) وفاء الوفاء 387/2، الدرۃ الثمینۃ 260/2، التعریف ص 39، تحقیق النصرۃ ص 85.

خارجی جالی کی شکل ولید کی بنائی ہوئی دیواروں کے ساتھ۔

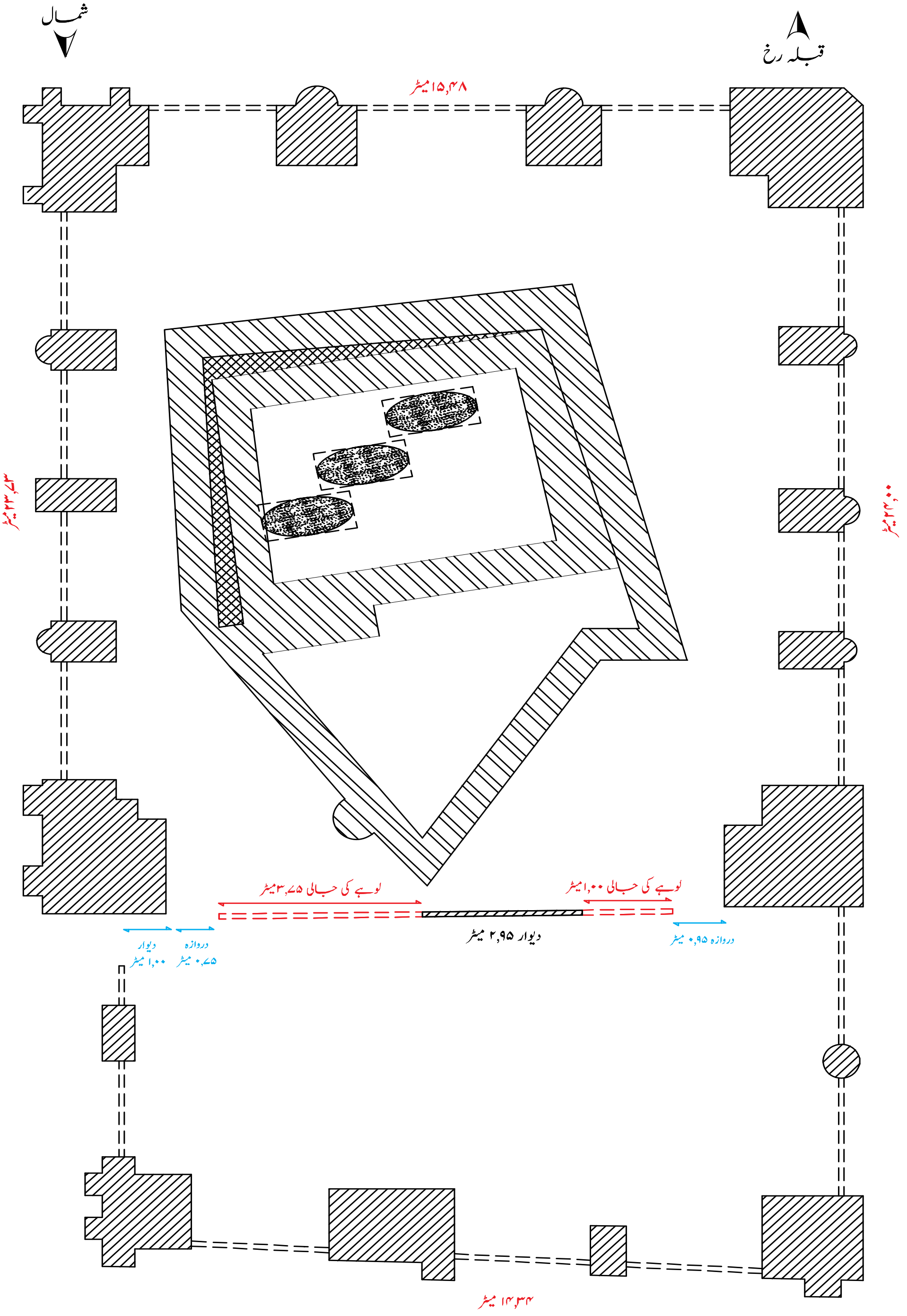

جالی کے احاطے میں حجرہ کا محل وقوع

حجرۂ نبوی جالی کے اندر جنوب مشرق میں واقع ہے اور حجرے کی دیواریں مشرق کی طرف مائل ہیں تاکہ حجرہ قبلہ کی سمت نہ ہو۔ دیواروں اور جالی کے مابین کا فاصلہ ہر جانب سے الگ الگ ہے۔

حجرہ کی دیواروں اور جالی کے درمیان کا فاصلہ درج ذیل نقشہ کے مطابق کچھ اس طرح ہے:

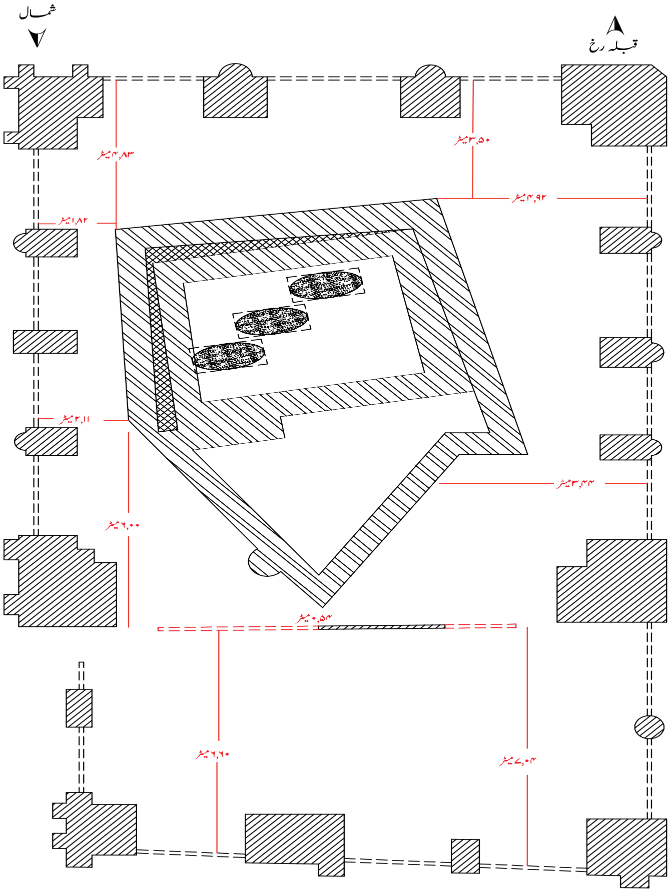

سلام کرنے کی جگہ اور قبر نبوی ﷺ کے درمیان کا فاصلہ

جب کوئی نبی ﷺ پر سلام پیش کرنے جاتا ہے تو اس کے اور قبر کے درمیان مندرذیل اشیاء ہیں:

1 - (0,92) میٹر وہ خالی جگہ ہے جہاں سلام پڑھنے والوں کی رہنمائی اوران کی آمد ورفت کو منظم کرنے کے لیے مرشد حضرات کھڑے ہوتے ہیں۔

2 - پیتل کی جالی (0,10) میٹر۔

3 - جالی اور خماسی دیوار کے درمیان خالی جگہ (4,14) میٹر۔

4 - خماسی دیوار (0,63) میٹر۔

5 - خماسی دیوار اور حجرہ کی دیوار کے درمیان خالی جگہ جس کو بند کردیا گیا (0,25) میٹر۔

6 - حجرے کی دیوار (0,73) میٹر۔

7 - حجرے کی دیوار اور قبر کے درمیان خالی جگہ (0,23) میٹر۔

8 - پھر قبرِ نبوی ﷺ۔

یوں سلام کرنے والے اور قبر کے درمیان سات (7) میٹر کا فاصلہ ہے اور نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوصیت سے نوازا ہے کہ اہل ایمان کا سلام پہنچانے کے لیے فرشتے مقرر کئے گئے ہیں، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اور تم مجھ پر درود پڑھو، تم جہاں بھی ہو بلا شبہ تمہارا سلام مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔ (المختارۃ للمقدسی)

مسلمان قبر کے قریب سے درود و سلام پیش کرے یا دور سے سب برابر ہے۔ حسن بن حسن رحمہ اللہ نے کہا: تم اور اندلس والے برابر ہو۔

سلام کرنے کی جگہ اور قبر نبوی ﷺ کے درمیان فاصلہ کی شکل:

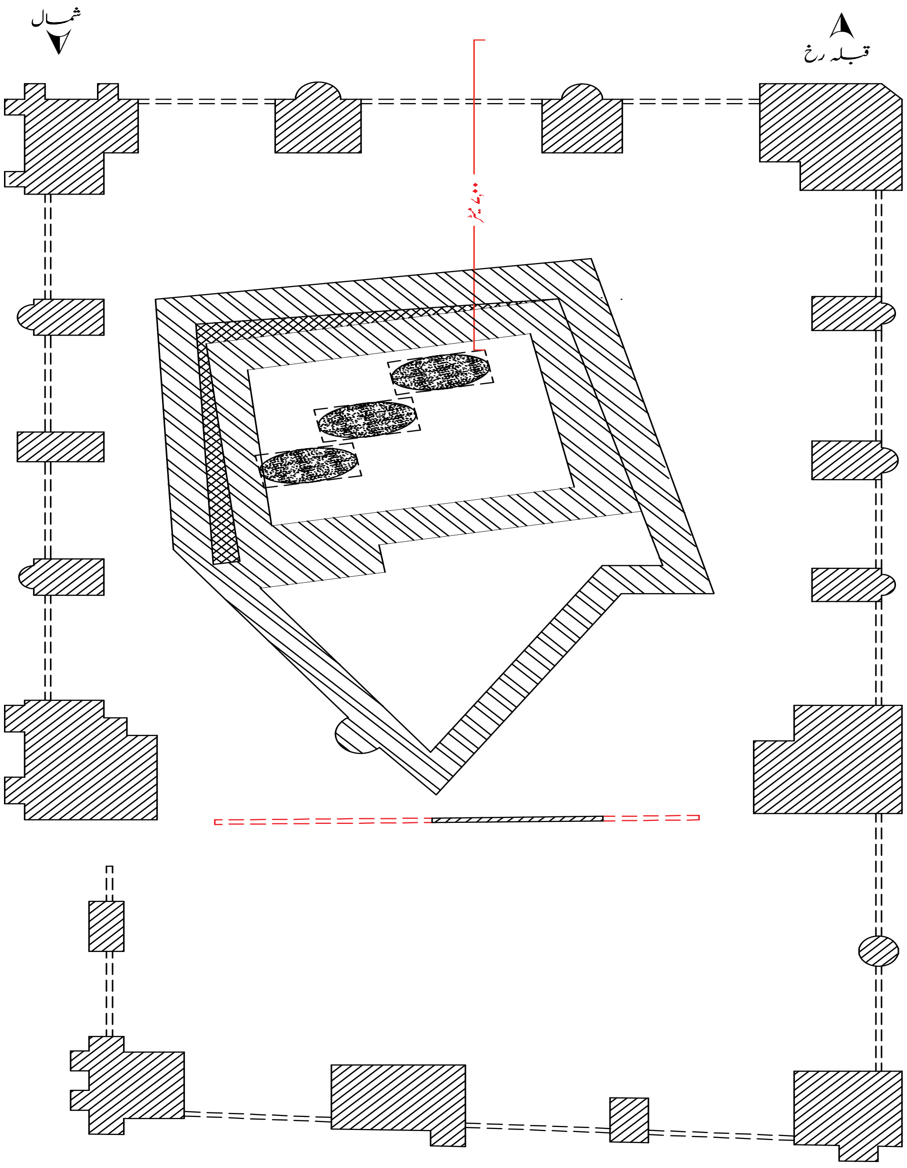

شمالی جانب سے جالی اور قبر کے مابین فاصلہ

شمالی جانب سے (یعنی نبی ﷺ پر سلام پڑھنے کی جگہ کے مخالف سمت میں) جالی اور قبر کے درمیان فاصلے کی تفصیل یہ ہے:

1 - پیتل کی ایک الماری جس میں مصحف رکھے جاتے ہیں اور وہ (0,23) میٹر ہے۔

2 - پیتل کی جالی جس کی موٹائی (0,10) میٹر ہے۔

3 - خالی جگہ جس کی مقدار (7) میٹر ہے۔

4 - ایک اور دیوار جس کی موٹائی (0,10) میٹر ہے۔

5 - پھر خالی جگہ جس کی مقدار (2,53) میٹر ہے۔

6 - ایک دیوار جس کی موٹائی (0,63) میٹر ہے۔

7 - مثلث کے اندر (2,68) میٹر خالی جگہ۔

8 - ایک دیوار جس کی موٹائی (0,63) میٹر ہے۔

9 - حجرے کی دیوار اور قبر رسول ﷺ کے درمیان (2,60) میٹر۔

10 - پھر قبر کے درمیان تک (0,50) میٹر۔

تو یوں شمالی جانب جالی کے پاس کھڑا ہونے والے اور قبر نبوی ﷺ کے درمیان سترہ (17) میٹر کی مسافت بنتی ہے۔

اب جو قبر نبوی کی طرف رخ کرنے کو باعث فضیلت سمجھتا ہے اسے اس جگہ سے اپنا

مقصود نہیں مل سکتا کیونکہ اس جگہ اور قبر کے درمیان کافی فاصلہ اور دیواریں حائل ہیں۔

اور جس نے حالت نماز میں قبر کی طرف توجہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے شریعت کی مخالفت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ طرف رخ کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور اس کا بیان آنے والی شکل میں ہے:

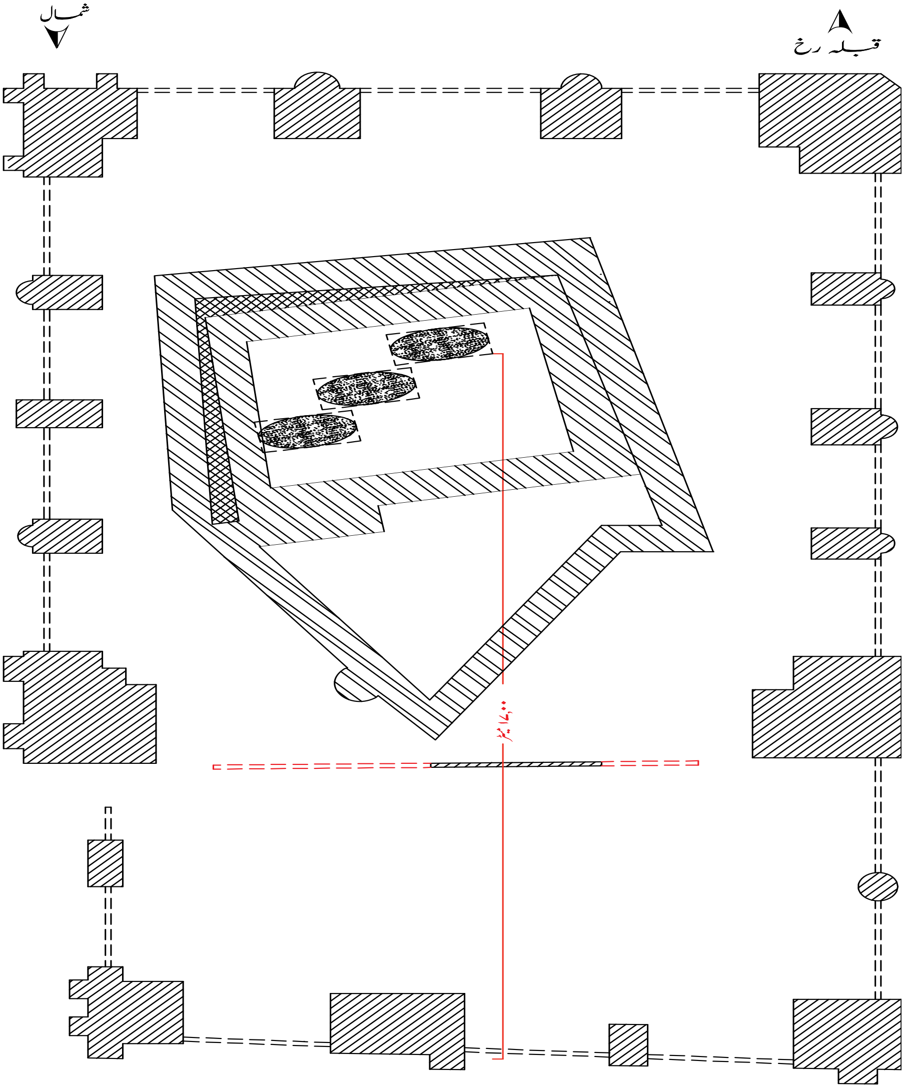

کیا حجرۂ نبوی میں داخل ہونا ممکن ہے؟

پیتل والی جالی کے مشرقی جانب کے شمال میں ایک دروازہ ہے جو اس سے داخل ہو تو خماسی دیوار تک پہنچ جاتا ہے، لیکن حجرے اور قبروں تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ خماسی دیوار اور حجرے کی دیواروں میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں حجرۂ نبوی میں داخل ہوا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جالی سے اندر گیا ہے اور صرف خماسی دیوار تک پہنچا ہے۔

دیواروں اور جالی کی حکمت

ان دیواروں کا فائدہ یہ ہے کہ یہ کسی کو بھی قبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے سے روکتی ہیں اور آپ ﷺ نے بار بار اپنی قبر پر آنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيداً» میری قبر پر بار بار مت آو۔ (مسند احمد)

اور اس سے روکنے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ تاکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے، اور اسی طرح یہ دعا بھی فرمائی: «اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَناً يُعْبَدُ» اے اللہ میری قبر کو بت جیسا عبادت گاہ نہ بنانا۔ (موطا امام مالک)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی، لہذا کوئی آپ ﷺ کی قبر مبارک تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔

اور اگر کوئی قبروں کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا چاہے تو ممکن نہیں ہے کیونکہ ان سے پہلے ایک مثلث دیوار ہے، اور اس دیوار کے بارے میں ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَجَابَ رَبُّ العَلَمِينَ دُعَاءَهُ   وَأَحَاطَهُ بِثَلَاثَةِ الجُدْرَانِ[1]

رب العالمین نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا   اور اس (قبر) کو تین دیواروں میں گھیر لیا

ان دیواروں کے بعد جالی ہے تو اس طرح ان قبروں اور ان کی طرف رخ کرنے والے کے درمیان طویل فاصلہ ہے۔ جیسا کہ اس کا بیان گذر چکا ہے۔

(1) نونیۃ ابن القیم، شعر نمبر: 4042

گھر کی چھت اور گنبد

نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں فوت ہوئے اور وہیں ان کی تدفین بھی کی گئی۔ اس وقت کمرے کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنائی گئی تھی۔ پھر 88 ہجری میں ولید بن عبدالملک کے دور میں دوبارہ گھر کی تعمیر کی گئی، دیواروں کو پتھر اور چھت کو لکڑی سے بنایا گیا اور گھر کو خماسی دیوار سے گھیر دیا گیا۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں نبی ﷺ کے گھر پر کوئی گنبد نہیں تھا۔ یہ ان کے کئی صدیوں کے بعد بنایا گیا ہے۔

گھر کی چھت:

نبی ﷺ کے گھر کی چھت مختلف مراحل سے گزری ہے:

1 - جب نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد مسجد بنائی تو ساتھ ہی عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی تعمیر کیا اور مسجد اور گھر کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی گئی۔

2 - 88 ہجری میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خلیفہ ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ کے حکم سے گھر کو گرایا اور دوبارہ پتھر سے تعمیر کیا اور چھت لکڑی کی بنائی۔

3 - 881 ہجری میں سلطان قلیتبای المملوکی نے عائشہ کے گھر کی چھت کو ختم کر کے اس کی جگہ چھوٹا سا لکڑی کا گنبد بنا دیا۔

4 - 1228 ہجری میں عثمانی خلیفہ سلطان محمود الثانی نے اس گنبد کی اصلاح کروائی۔

بڑا گنبد:

یہ بڑا گنبد اس چھوٹے گنبد کے اوپر بنایا گیا ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ متعدد

مراحل سے گزرا ہے:

1 - 678ہجری میں سلطان قلاوون الصالحہ نے عائشہ کے گھر کے برابر اوپر لکڑی کا ایک بڑا گنبد بنوایا جس کے اوپر دھات کے تختے استعمال ہوئے۔

2 - 881ہجری میں سلطان قایتبای المملوکی نے اس گنبد کی اصلاح کروائی۔

3 - 886ہجری میں یہ گنبد جل گیا۔

4 - 887ہجری میں سلطان قایتبائی المملوکی نے اس کے جلنے کے بعد دوبارہ تعمیر کیا۔

5 - 1233 ہجری کو عثمانی خلیفہ سلطان محمود الثانی نے گنبد کے اوپر والے حصے کو گرایا اور تعمیر نو کی اور اس کو نیلا رنگ کیا گیا۔

6 - 1253ہجری کو سلطان محمود الثانی رحمہ اللہ نے اس خارجی بڑے گنبد کو سبز رنگ کرنے کا حکم نامہ جاری کیا(1)۔

فی الحال اس بڑے گنبد کے نیچے مندرجہ ذیل چیزیں ہیں:

أ - عائشہ کا کمرہ اور صحن کا اکثر حصہ شامل ہے۔

ب - حفصہ کے گھر کا وہ حصہ جو عائشہ کے گھر کے جنوب میں واقع تھا اور اب وہ جالی کے پیچھے خالی جگہ کی شکل میں ہے۔

ج - عائشہ کے گھر کی مغربی جانب تقریباً تین میٹر تک ریاض الجنہ کا حصہ ہے۔

---

(1) الدرة الثمنية: 394/2، تاریخ مکة والمدینة: 329/1، الرحلة الحجازیة: 245، خلاصة الوفاء: 142/2، نزهة الناظرین: 77۔

د - عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی مشرقی جانب تقریباً ایک میٹر خالی جگہ ہے۔

اور یہ گنبد عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے بالکل وسط میں نہیں بلکہ اس سے مغرب اور جنوب کی طرف مائل ہے۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے مشرقی اور جنوبی اطراف گنبد کے نیچے ہیں، اسی وجہ سے علماء اس کو بیتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے محاذی کہتے ہیں۔

اور یہ اس کی تقریبی شکل ہے:

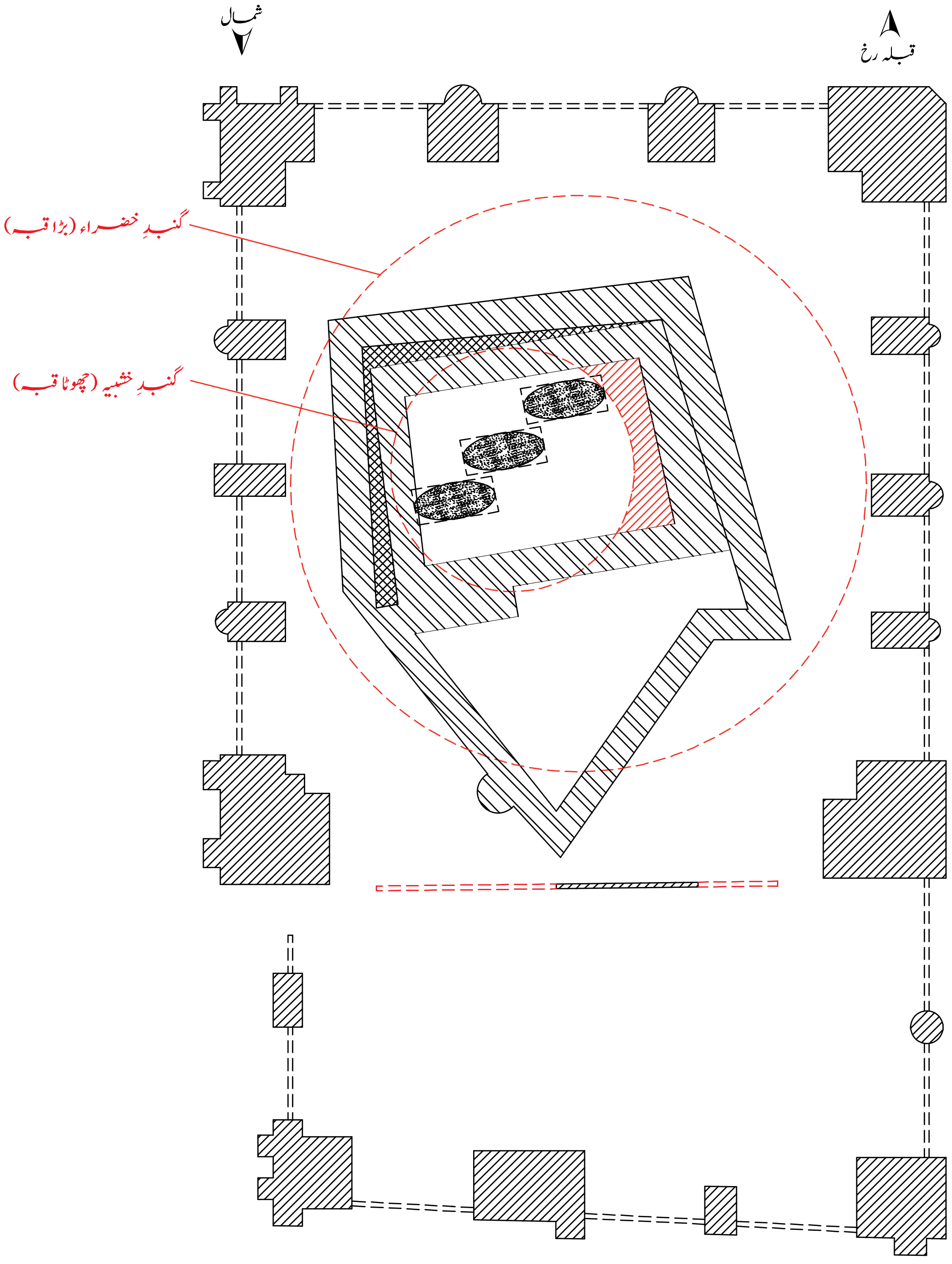

نبی ﷺ اور صاحبین کی قبریں صرف دو مرتبہ دیکھی گئی ہیں

عائشہ کی وفات کے بعد جب کمرے کا دروازہ بند کیا گیا تو اس کے بعد سے آج تک قبروں کو دو مرتبہ کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔

پہلی مرتبہ: جب ولید بن عبدالملک کے دور میں 88 ہجری میں حجرے کی دیواریں گرا کر انہیں پتھر سے تعمیر کیا گیا اور خماسی دیوار کا اضافہ کیا گیا۔

دوسری مرتبہ: 881 ہجری میں جب سلطان قلیتبای نے حجرے کی داخلی دیواروں اور خماسی دیوار کے تھوڑے سے حصے کو گرانے کا حکم دیا (تعمیر نو کے لیے) تو اس وقت اہالیانِ مدینہ میں سے کچھ لوگ دیواروں کی تعمیر اور آتش زدگی کی وجہ سے رہنے والے آثار کی صفائی کے لیے حجرے میں داخل ہوئے۔

یعنی 88 ہجری سے لے کر 881 ہجری تک 793 سال کسی نے ان قبروں کو نہیں دیکھا۔

جب وہ حجرے میں داخل ہوئے تو کوئی قبر بھی زمین سے بلند نہیں تھی بلکہ زمین کے برابر ہو چکی تھی۔ سمہودی رحمہ اللہ، جو ان علماء مدینہ میں سے ہیں جنہوں نے 881 ہجری میں قبروں کو دیکھا ہے، فرماتے ہیں: «میں نے حجرہ شریف کو غور سے دیکھا تو یہ صرف برابر زمین ہی تھی اور میں نے قبروں کا کوئی نشان نہیں دیکھا»[1]۔

---

(1) وفاء الوفاء 2/۴۰۴

سمہودی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ وہ لوگ جو دیواروں کی تعمیر کے لیے گئے تھے انہوں نے کوشش کی کہ قبروں کی جگہ متعین کردیں چنانچہ انہوں نے قبروں کی جگہ کے متعلق جو کتابوں میں پڑھا تھا اس کی روشنی میں تین جگہوں پر کنکریاں ڈال دیں جو ان کی تحقیق کے مطابق تینوں قبروں کی جگہیں تھیں[1]۔

اس وقت سے آج تک کسی نے ان قبروں کو نہیں دیکھا۔

(1) وفاء الوفاء 2/۴۰۸

کیا حجرہ نبوی کی دیواریں تبرک کی نیت سے چھونا جائز ہے؟

حجرۂ نبویہ کی دیواریں جمادات میں سے ہیں،اور برکت کے لیے ان کا چھونا جائز نہیں ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «مزارات کو چھونا اور چومنا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے»[1]۔

لہذا حجرے کی دیواروں ، محراب ، منبر، ستون ، دروازے یا دیواروں کو بوسہ دینا یا استلام کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ شرک کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

---

(1) اسرار الحج:157

تبرک

تبرک کا مطلب ہے برکت طلب کرنا اور اس کی امید اور اعتقاد رکھنا۔

اور اللہ تعالیٰ ہی برکت عطاء کرنے والا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تَبَٰرَكَ ٱلَّذِي بِيَدِهِ ٱلۡمُلۡكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ﴾

(بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)۔[سورۃ الملک:۱]

اور برکت اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے اور اسی سے دعا کرکے برکت طلب کی جاسکتی ہے جیسے آپ کہیں: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لِي فِي كَذَا» کہ اے اللہ تو مجھے فلاں چیز میں برکت سے نواز۔اسی طرح اطاعت کے ذریعے بھی برکت حاصل کی جاسکتی ہے چنانچہ جوں جوں بندہ اللہ کے قریب ہوگا تو اسے برکت ملتی رہے گی۔

اور تبرک کی دو قسمیں ہیں: 1-مشروع 2-ممنوع۔

پہلی قسم: مشروع تبرک۔

یہ ہے کہ جس کی شریعت میں اجازت ہے اور مشروع تبرک مندرجہ ذیل ہے:

1 - نبی ﷺ کی زندگی میں آپ سے تبرک لینا:

آپ ﷺ کے جسد اطہر سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔اسی طرح جس چیز کو آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا یا آپ کے جسم سے جو طاہر چیز نکلی ہو اس سے بھی تبرک حاصل کیا جاسکتا ہے۔مثلاً آپ ﷺ کا پسینہ، جیسا کہ ام سلیم نے تبرک کے لیے اور خوشبو میں

ملانے کے لیے آپ ﷺ کا پسینہ لیا تھا جب آپ ان کے یہاں سوئے ہوئے تھے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا، جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے بال عنایت فرمائے۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح آپ ﷺ کے لباس سے تبرک حاصل کرنا جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنا ازار اپنی بیٹی زینب کو غسل دینے والی خواتین کو دیا (جب وہ فوت ہو گئی تھی) اور فرمایا: «أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ» اس کو اس کا شعار (اندرونی کپڑا) بناؤ۔ (متفق علیہ)

اب آپ ﷺ کے بالوں یا کپڑوں میں سے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اور جن موجودہ بالوں ، تلوار یا زرہ وغیرہ کے بارے میں بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کے ہیں تو یہ ثابت نہیں۔

وہ چیزیں جن سے جائز طریقے سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں نص وارد ہوئی ہے جیسے:

اُ- مشروبات میں سے آبِ زمزم۔

ب- اوقات میں سے شبِ قدر۔

دوسری قسم: ممنوع تبرک۔

اور اس کی مختلف شکلیں ہیں، مثلاً:

1 - آج کل جو چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ان سے تبرک حاصل کرنا اور یہ اس لیے جائز نہیں کہ ان چیزوں کا آپ ﷺ کے زیرِ استعمال ہونا ثابت نہیں ہے۔

2 - نیک لوگوں سے تبرک حاصل کرنا۔

مومن کے بدن سے جو نکلتا ہے اس سے تبرک حاصل کرنا درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم خلفائے راشدین یا ان کے علاوہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لباس، پسینے یا بالوں سے تبرک حاصل نہیں کیا کرتے تھے۔

3 - درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا۔

درختوں، پتھروں اور ان جیسی چیزوں سے تبرک حاصل کرنا اللہ کے ساتھ شرک ہے، چاہے مدینہ منورہ کا پتھر اور مٹی ہو یا کسی دوسری جگہ کا کوئی پتھر اور مٹی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ۞ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ﴾

(کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔اور منات تیسرے پچھلے کو)۔[سورۃ النجم:۱۹-۲۰]

نبی ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے جو بیری کے ایک درخت سے برکت طلب کرنے کے لیے اس کے پاس بیٹھتے اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے تو آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے جو ابھی حال ہی میں اسلام لائے تھے عرض کیا: «يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُ أَكْبَرُ! قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: ﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾، لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ» اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجیے جیسا کہ مشرکین کا ایک ذات انواط ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ تو وہی بات ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجئے جیسا ان مشرکوں کے لیے ہے! تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چل کے رہو گے۔(ترمذی)

اور رہا غلاف کعبہ، محراب، منبر اور علماء وصالحین کو تبرک کے ارادے کے بغیر محبت سے چھونا اور چومنا، تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ یہ شرک کا ذریعہ اور سبب بنتا ہے۔

اور حجر اسود کا بوسہ برکت کے حصول کے لیے نہیں بلکہ عبادت کے طور پر ہے، جیسا کہ عمر نے فرمایا تھا: «وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ رسولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ» اللہ کی قسم! مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی بوسہ نہ دیتا۔(متفق علیہ)۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے قبروں کی زیارت

ہمارے نبی محمد ﷺ

اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ﷺ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہم السلام کی نسل سے ہیں۔ آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے اور یتیمی کی حالت میں نشوونما پائی اور فطرت سلیمہ پر جوان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باکمال اخلاق سے نوازا تھا۔

آپ ﷺ حسن معاشرت، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر نرمی اور زبان کی عفت کا نمونہ تھے۔ کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ کسی کو دھوکہ دیا، نہ کسی پر ہاتھ اٹھایا اور نہ ہی کبھی کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ تک لگایا۔

اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر میں انہیں نبوت عطا فرمائی تو آپ ﷺ کی قوم نے قول و فعل سے آپ کو تکلیفیں دیں، کبھی مجنون، کبھی جادوگر اور کبھی جھوٹا کہا اور آپ سے کئی جنگیں لڑی اور یہود نے تو آپ کے کھانے میں زہر تک ملایا اور آپ ﷺ پر جادو بھی کیا۔

اس دنیا میں سخت آزمائشوں سے دوچار ہوئے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کی چھ (6) اولاد اور دو بیویاں فوت ہوئیں۔ بسا اوقات ایک اور دو دو مہینے گزر جاتے اور آپ ﷺ کے گھر میں چولہا تک نہ جلتا اور لگاتار کئی کئی راتیں آپ بھوک کی حالت میں گزار دیتے اور آپ ﷺ کے گھر والوں کو بھی کھانے کے لیے کچھ نہ ملتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بہت ساری خصوصیات سے نوازا۔ انہیں میں سے کچھ یہ ہیں:

آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ سب سے پہلے (قیامت

والے دن) آپ ﷺ ہی کی قبر شق ہو گی۔ آپ ﷺ سب سے پہلے سفارش کریں گے اور قبول بھی کی جائے گی۔ اور تمام نبیوں میں آپ ﷺ کے ماننے والے سب سے زیادہ ہیں۔ سب سے پہلے پل صراط سے آپ ﷺ گزریں گے۔ اسی طرح سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

اپنی بعثت سے وفات تک اپنی امت کو توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے روکتے رہے اور ہر بھلائی کا حکم دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے۔ جس چیز کا مالک صرف اللہ ہے اس کی ملکیت کا دعویٰ اپنے لیے کبھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ﴾

(آپ فرما دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا)۔ [سورۃ الأعراف:188]

ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ * لَا شَرِيكَ لَهُۥ﴾

(آپ فرما دیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں)۔ [سورۃ الأنعام: ۱۶۲-۱۶۳]

آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں، بیمار ہوتے، بھوک لگتی، غمگیں ہوتے اور وفات بھی پائے۔ آپ ﷺ الوہیت اور ربوبیت کی صفات وخصائص میں سے کسی چیز کے مالک نہیں لہذا آپ ﷺ سے استغاثہ نہیں کیا سکتا اور نہ ہی آپ سے حاجات وضروریات طلب کی جا

سکتی ہیں، کیونکہ آپ ﷺ ان چیزوں کے مالک نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾

(آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جو بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے)۔

[سورۃ الکہف:۱۱۰]

اور جو ساری چیزوں کی ملکیت رکھتا ہے وہ صرف اللہ رب العالمین ہی کی ذات ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ﴾

(اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں)۔[سورۃ یونس:۱۰۷]

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ رسول ابو بکر صدیق کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر القرشی ہے۔

اور انہیں «صدّیق» کا لقب اس لیے ملا کیونکہ وہ نبی ﷺ کی تصدیق کرنے میں سبقت لے گئے اور ہمیشہ سچ بولا، کبھی ایک بار بھی جھوٹ بولنا ان سے ثابت نہیں۔

آپ خلفاء راشدین میں پہلے ہیں۔ اسی طرح عشرہ مبشرہ میں سے بھی پہلے ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ تمام صحابہ میں سے سب سے زیادہ باکمال، اور سب سے افضل و بہادر اور سب سے زیادہ سمجھ دار اور علم والے تھے۔ اسی طرح نیکیوں میں سب سے زیادہ سبقت لے جانے والے تھے۔ اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا اور اپنی زندگی میں کبھی بھی بتوں کی عبادت نہیں کی۔ آزمائشوں میں نبی ﷺ کو تسلی دینے والے تھے۔ ہجرت کے وقت وہ اکیلے آپ ﷺ کے ساتھ غار میں موجود تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ نبی ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ صحابہ میں ان کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جس کے والدین، اولاد اور ان کی اولادوں نے اسلام قبول کر کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «پورا گھرانہ اہل ایمان ہیں ان میں کوئی منافق نہیں اور صحابہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور اس خصوصیت سے متصف نہیں ہے»[1]۔

---

(1) منہاج السنۃ النبویۃ: 332/8

اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ پوری امت کے ایمان سے تولا جائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھاری ہو جائے گا۔ جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو کنڑول نہ کر سکتے اور لوگ ان کے رونے کی وجہ سے ان کی قراءت کو نہ سن سکتے۔

نبی ﷺ کو ان سے شدید محبت تھی۔آپ ﷺ نے ان کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور عورتوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے پہلے وہی جنت میں داخل ہوں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي» سنو اے ابو بکر! میری امت میں سے تم ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔(سنن ابوداود)

بلکہ انہیں جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔اور صحابہ سے محبت نبی ﷺ سے محبت ہے۔ صحابہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت کو عبادت سمجھتے تھے۔ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں: «حُبُّ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الإِيمَانِ» ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔اور جو جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

امیر المومنین فاروق کا نام عمر بن خطاب بن نفیل القرشی ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نائب اور ساتھی، دوسرے خلیفۂ راشد اور عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے ہیں۔ مردوں میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ میں افضل اور مقدم سمجھنے میں اختلاف نہیں کیا»[1]۔

صحابہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے اور ایک انصاری صحابی کے ساتھ باری لگائی ہوئی تھی کہ ایک دن آپ خود نبی ﷺ کی مجلسوں میں حاضر ہوں گے اور ایک دن وہ انصاری صحابی حاضر ہوں گے تاکہ ان سے علم کی کوئی بات رہ نہ جائے۔ دین کے معاملے میں بہت رعب اور قوت والے تھے کہ شیطان بھی ان سے بھاگتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: «يَا ابْنَ الخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجّاً إِلَّا سَلَكَ فَجّاً غَيْرَ فَجِّكَ» اے خطاب کے بیٹے! قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب بھی شیطان تمہیں کسی راستے میں ملتا ہے تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے دین کی مدد فرمائی اور اسلام دنیا میں پھیل گیا اور مسلمانوں

---

(1) الاعتقاد للبیہقی: 356

کا دبدبہ بڑھ گیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ان کے زمانے میں اسلام پھیلا اور اس قدر غالب آیا کہ اس سے پہلے اس قدر غالب نہیں تھا»[1]۔

بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ فارس اور روم کے بادشاہ ان سے ڈرتے تھے اوران کے سامنے کسریٰ کا تاج رکھا گیا۔ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے فکر مند تھے۔ان کی انگوٹھی پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: «كَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ» کہ اے عمر موت عبرت کے لیے کافی ہے۔بیت المقدس فتح کیا اور اپنی چادر سے اس کو صاف کیا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اللہ کے لیے تواضع اختیار کرنے والے تھے، بڑی سادگی والی زندگی جیتے تھے اور معمولی کھانا پر گزارہ کرتے تھے۔ اللہ کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ کپڑوں کو چمڑے کے پیوند لگے ہوتے اور اپنی عظیم ہیبت کے باوجود پانی کا مشکیزہ اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے»[2]۔

ابو بکر صدیق ان سے الفت و محبت رکھتے تھے، وہ فرماتے ہیں: «مَا عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ رَجُلٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ عُمَرَ»: روئے زمین پر مجھے عمر سے زیادہ محبوب کوئی شخص نہیں ہے۔

(1) منہاج السنۃ النبویۃ: 182/10

(2) البدایۃ والنہایۃ: 182/10

نبی ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی کیفیت

نبی ﷺ کی وفات 11 ہجری کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں ہوئی اور اسی میں دفن کئے گئے۔ آپ کا سر مبارک مغربی جانب کی دیوار سے تقریباً (0,92) میٹر دور ہے اور چہرہ مبارک قبلے کی جانب دیوار سے تقریباً (0,23) میٹر کے فاصلے پر ہے۔

آپ ﷺ کی وفات کے دو سال بعد آپ کے ساتھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کو نبی ﷺ کے پیچھے دفن کیا گیا اور ان کا سر نبی ﷺ کے قدموں کے برابر ہے۔

پھر 23 ہجری میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو انہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے دفن کیا گیا۔ ان کا سر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے برابر رکھا گیا۔

قبروں کی کیفیت یہ ہے:

نبی ﷺ کی قبر: ____________

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر: ____________

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر: ____________

کیا نبی ﷺ کو مسجد میں دفن کیا گیا؟

نبی ﷺ کو مسجد میں دفن نہیں کیا گیا، بلکہ آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں فوت ہوئے اور اسی میں دفن کئے گئے اور ان کا گھر مسجد نبوی کے مشرق میں پڑتا ہے۔خلفاء راشدین اور مدینہ میں رہنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کے بعد جب مشرقی جانب سے مسجد کی توسیع کی گئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر مسجد میں داخل ہو گیا۔اس سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگے کہ جب آپ ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو مسجد ہی میں دفن کیا تھا۔اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے:

1 - نبی ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور بتایا ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے بدترین لوگ ہیں۔اور اس حکم میں قبروں کو مساجد میں داخل کرنا یا قبروں کے اوپر مسجدیں تعمیر کرنا یا ان کے پاس یا ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا سب داخل ہے۔

2 - آپ ﷺ نے یہ بتایا کہ انبیاء علیہم السلام جہاں فوت ہوں ان کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے: «مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيّاً إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ» جتنے بھی نبی ہوئے ہیں اللہ نے ان کی روح وہیں قبض کی ہے جہاں وہ دفن کیا جانا پسند کرتے تھے۔(مسند احمد)

3 - آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں فوت ہوئے اور اسی میں دفن کئے گئے۔کیونکہ ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں وہ فوت ہوں اور اسی طرح آپ کا

کمرے میں دفن ہونا قبر کے سجدہ گاہ بننے اور غلو کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ جیسا کہ عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا: «لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، قَالَتْ فَلَوْلَا ذَاكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِداً» یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ عائشہ فرماتی ہیں: اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلی رہتی (اور حجرہ میں نہ ہوتی) لیکن یہی ڈر تھا کہ کہیں آپ ﷺ کی قبر بھی مسجد نہ بنالی جائے۔ (متفق علیہ)

4 - خلفاء راشدین عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے ادوار میں مسجد کی متعدد توسیعات کے باوجود عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر جہاں اللہ کے رسول ﷺ دفن ہیں مسجد نبوی سے باہر ہی رہا۔

5 - مدینہ منورہ میں رہنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وفات کے بعد 88 ہجری میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کی توسیع اور گھروں کو مسجد میں داخل کرنے کا حکم دیا چنانچہ اس وقت مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ توسیع کروائی۔

6 - گھروں کو مسجد میں ضرورت کے تحت شامل کیا گیا۔ اس کے ذریعے حجرے کی تعظیم مقصود نہیں تھی بلکہ مسجد کی توسیع کی غرض سے انہوں نے باقی حجرات کے ساتھ حجرۂ عائشہ کو بھی مسجد میں داخل کردیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «انہوں نے مسجد کی توسیع کی خاطر

گھر کو مسجد میں داخل کر دیا، حجرے کی تعظیم کے لیے ایسا نہیں کیا بلکہ مسجد کی توسیع کے ارادے سے کیا تھا»[1]۔

7 - اس کے باوجود اس وقت کے علماء سلف اور علماء مدینہ جیسے سعید بن المسیب، ابان بن عثمان اور خبیب بن عبداللہ بن زبیر رحمہم اللہ نے اس کام پر نکیر کیا۔ بلکہ مشہور تابعی عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: «میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے نبی ﷺ کی قبر کو مسجد میں داخل کرنے پر شدید اختلاف کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ حاکمِ وقت کا حکم ہے تو اس کو نافذ کرنا پڑے گا»[2]۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «علماء مدینہ نے اس پر تردید کی یہاں تک کہ خبیب بن عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ کو اسی تردید کی وجہ سے قتل کر دیا گیا»[3]۔

8 - حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں قبریں ہیں وہ بنا رہا اور اس کی تعمیر نو کی گئی اور اس کے پیچھے دیواریں لگا کر اس کی حفاظت کی گئی اور اس کو قبلہ سے موڑ دیا گیا اور شمالی جانب مثلث دیوار بنائی گئی اور اس سب کچھ کے پیچھے بند دیوار بنائی گئی تو یہ سب اس لیے کیا گیا تاکہ توحید کی حفاظت ہو سکے، اور لوگ قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور کوئی قبروں کے بارے میں غلو نہ کرے۔

9 - اور اگر کوئی قبروں تک پہنچ بھی جائے حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ وہ بند

---

(1) الدرر السنیۃ 140/5

(2) خلاصۃ الوفاء: 129/2

(3) الدرر السنیۃ: 140/5

دیواروں میں ہیں اور وہاں جانے کی اجازت بھی نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے بار بار قبر پر آنے سے منع فرمایا ہے اس کے باوجود اگر وہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں چلا جائے اور نماز پڑھ لے تو اس نے ممنوع کام کا ارتکاب کیا ہے اور وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے مسجد نبوی میں نماز پڑھی، بلکہ اس نے حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نماز پڑھی ہے کیونکہ وہ مسجد کا حصہ نہیں ہے۔

10 - مسجد نبوی قبروں کے اوپر نہیں بنائی گئی اور نہ ہی آپ ﷺ کو مسجد میں دفن کیا گیا ہے، جس طرح مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی اس کو گرانا جائز ہے اسی طرح قبر کو دوسری جگہ منتقل کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن کیئے جاتے ہیں۔

11 - اگر کوئی حجرے کی بناوٹ اور ہیئت کو غور سے دیکھے تو اسے خود ہی پتہ چل جائے گا کہ حجرہ مسجد کے پڑوس میں ہے (مسجد کا حصہ نہیں) اور اس کی تمام اطراف دیواریں ہیں اور قبروں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ ان دیواروں میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔

12 - ان سب کے باوجود اہل علم شروع سے ہی اس کی تردید کرتے رہے ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر قبروں پر مساجد بنانے کی اجازت نہیں دیتے۔ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «نبی ﷺ اور صاحبین کی قبروں کے مسجد میں ہونے سے بعض جہال کا دلیل لینا درست نہیں، کیونکہ نبی ﷺ کو گھر میں دفن کیا گیا مسجد میں دفن نہیں کیا گیا اور آپ ﷺ کے ساتھ صاحبین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دفن کیا گیا۔ لیکن جب ولید بن عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ نے مسجد کی توسیع کی تو توسیع کی وجہ سے گھر کو مسجد میں

داخل کر دیا اور اس نے یہ غلط کیا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ گھر کو مسجد میں داخل نہ کرتا، تاکہ جاہل قسم کے لوگ اس کو دلیل نہ بناتے۔ بہرحال علماء نے اس پر انکار کیا ہے لہذا اس کام میں اس کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے»[1]۔

(1) مجموع فتاوی ابن باز 306/10

نبی ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کا طریقہ

نبی ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کرنے والا حجرۂ نبوی کی جنوبی جانب سے آئے، اور قبلہ کی جانب پیٹھ کرتے ہوئے قبر کی طرف رخ کرے اور ان الفاظ کے ساتھ سلام پیش کرے: «السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ» اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ پھر تھوڑا سا دائیں جانب بڑھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کے برابر کھڑے ہو کر یہ کہے: «السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ» پھر مزید دائیں جانب بڑھے اور عمر بن خطاب کی قبر کے برابر کھڑے ہو کر کہے: «السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عمرُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»۔

پھر چلا جائے اور دعا نہ کرے اور سلام کے لیے بھی زیادہ دیر کھڑا نہ رہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ صحابہ ایسے سلام کیا کرتے تھے اور وہ خود بھی یہی کہا کرتے تھے: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتِ»(1)۔

قبر نبوی کے پاس سلام وغیرہ کے لیے آواز بلند کرنا مکروہ عمل ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «علماء کے نزدیک آپ ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنا ایسے ہی مکروہ ہے

---

(1) فتاویٰ شیخ الاسلام: 146/26

جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں ممنوع تھا کیونکہ آپ ﷺ زندہ بھی اور قبر میں بھی قابل احترام ہیں»[1]۔

(1) تفسیر ابن کثیر: 368/7

کیا قبر نبوی کے پاس اللہ سے دعا کر سکتے ہیں؟

مسلمان صرف اپنے رب سے ہی دعا کرتا ہے اور دعا کے وقت نبی اور غیر نبی کسی بھی شخص کی قبر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ شرک کا وسیلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی صحابی ایسا نہیں کرتے تھے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «حجرے کی طرف رخ کر کے دعا نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ آئمہ کے ہاں بالاتفاق ممنوع ہے»[1]۔

اور قبر کے پاس قبلہ رخ کھڑے ہو کر بھی دعا نہیں کر سکتے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلافِ امت میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اپنے لیے دعا کرنے کی غرض سے قبر کے پاس کھڑے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ بدعت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے لیے دعا کرتے ہوئے قبر کے پاس کھڑے نہیں ہوتے تھے»[2]۔

لہذا دعا قبروں کے پاس نہیں کی جاسکتی ہے۔

---

(1) فتاویٰ شیخ الاسلام: 22/26

(2) فتاویٰ شیخ الاسلام: 22/26

نبی ﷺ کی جاہ و حشمت کے وسیلے سے دعا کرنے کا حکم

نبی ﷺ کی جاہ و حشمت کے وسیلے سے دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کہے: اے مجھے رسول اللہ ﷺ کی جاہ و حشمت کے وسیلے سے شفا عطا فرما۔ دعاء کے یہ الفاظ جائز نہیں ہیں، کیونکہ شریعت میں وارد نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ اے اللہ مجھے «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کی قدر و منزلت کے وسیلے یا «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» کے صدقے یا نبی ﷺ کے صدقے میں (شفا عطا فرما) تو یہ سب الفاظ جائز نہیں ہیں۔

بلکہ لازم ہے کہ ہم شرعی الفاظ کا خیال رکھیں اور رسولوں کی دعاؤں کی اقتداء کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی رسولوں کی دعائیں ذکر فرمائی ہیں۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی دعا:

﴿رَّبِّ ٱغۡفِرۡ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيۡتِيَ مُؤۡمِنٗا وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ﴾

(اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما)۔ [سورۃ نوح: 28]

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

﴿رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ﴾

(اے ہمارے رب دعا قبول فرما)۔ [سورۃ ابراہیم: 41]

اور ایوب علیہ السلام کی دعا:

﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ﴾

(مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم

کرنے والا ہے)۔[سورۃ الأنبیاء:83]

کسی بھی رسول نے کسی کے طفیل یا اس کی جاہ و مرتبے کا ذکر کر کے دعا نہیں کی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا[1]۔

(1) اغاثۃ اللھفان:216/1،الدرر السنیۃ:160/2، مجموع فتویٰ ابن باز:331/4

کیا نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے کچھ مانگنا جائز ہے؟

نبی ﷺ اللہ کے بندے اور مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی ہے۔ لہذا ان سے کوئی چیز طلب کرنا مثلاً تکلیفیں دور کرنے کا سوال یا بیماری سے شفایابی یا شفاعت طلب کرنا وغیرہ شرک اکبر ہے جس کا ارتکاب کرنے والا جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے ساتھ تمام نیک اعمال برباد اور اکارت ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ
لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ﴾

(یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو نقصان پانے والوں میں سے ہو جائے گا)۔[سورۃ الزمر:٦٥]

لہذا نبی ﷺ سے کچھ مانگنا یا ان کے سامنے اپنی حاجات وضروریات رکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ حی (ہمیشہ زندہ رہنے والا) اور ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور تکلیفیں دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ
لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾

(اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے)۔[سورۃ یونس:107]

لہذا تمام حاجات وضروریات صرف اللہ ہی سے طلب کی جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾

(جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں)۔[سورۃ البقرۃ:186]

نبی ﷺ کی قبر پر فاتحہ خوانی کا حکم

نبی ﷺ یا ان کے علاوہ کسی کی قبر پر بھی سورہ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کا پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ پر سلام کے علاوہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی دیگر قبرستانوں میں فاتحہ وغیرہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ «قبر کے پاس قراءت بدعت ہے»(1)۔

کیونکہ قبرستان قراءت قرآن، ذکر اور نماز کی جگہ نہیں ہے۔ اس معاملے میں اس کو مساجد کی طرح نہ بنادیا جائے۔

(1) المغنی 355/2

نبی ﷺ کی قبر کے پاس زیادہ دیر تک کھڑے رہنے کا حکم

نبی ﷺ یا صاحبین (ابو بکر و عمر) یا کسی اور کی قبر پر زیادہ دیر تک کھڑے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ غلو کا سبب بنتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «نبی ﷺ کے لیے دعا کرنے اور آپ پر بکثرت درود وسلام پڑھنے کی غرض سے (آپ کی قبر کے پاس) کھڑے ہونے کو امام مالک رحمہ اللہ نے ناپسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بدعت ہے اسلاف نے ایسا نہیں کیا»[1]۔

(1) فتاویٰ شیخ الاسلام 384/27

سلام کے لیے بار بار نبی ﷺ کی قبر پر حاضر ہونے کا حکم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی آپ ﷺ پر سلام کے لیے بار بار قبر پر نہیں آتے تھے۔اور نبی ﷺ نے خود فرمایا: تھا: «لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيداً» میرے قبر کو عید نہ بنانا۔(مسند احمد)

اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یہ آسانی فرمائی ہے کہ کسی بھی جگہ سے درود و سلام پڑھ سکتے ہیں اس کے لیے قبر پر حاضر ہونے کی ضرورت نہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي أَيْنَ كُنْتُمْ» کہ تم مجھ پر درود پڑھو بلاشبہ تمہارا سلام مجھ تک پہنچ جاتا ہے تم جہاں بھی ہو۔(المختارۃ للمقدسی)

دور سے قبر کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے کا حکم

بعض لوگ مسجد میں یا اس کے صحن میں قبر کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے سر کو جھکا لیتے ہیں اور بعض اپنا ہاتھ سینے پر رکھ لیتے ہیں جیسے نماز کی حالت میں ہوتے ہیں اور اس طرح سلام پڑھتے ہیں تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ خضوع اور عاجزی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اور ان کیفیات کے ساتھ سلام پیش کرنا صحابہ اور اسلاف سے وارد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

(اے ایمان والو ! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو)۔ [سورۃ الأحزاب:٥٦]

اور سلام کے وقت قبر کی طرف متوجہ ہونے یا سینے پر ہاتھ باندھنے وغیرہ کا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے متعلق ضعیف احادیث

حج کے بعد نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے وجوب یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کی زیارت کی فضیلت وغیرہ کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں وہ نبی ﷺ سے صحیح اور ثابت نہیں ہیں۔ ان ضعیف روایات سے میں کچھ یہ ہیں۔

1- «مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي» جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔

2- «مَنْ زَارَ قَبْرِي؛ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي» جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

3- «مَنْ وَجَدَ سَعَةً، وَلَمْ يَفِدْ إِلَيَّ؛ فَقَدْ جَفَانِي» جو وسعت کے باوجود میرے پاس نہ آیا تو اس نے مجھ سے جفا کی۔

4- «مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَمَاتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي، وَمَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَمَاتِي حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي» جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جس نے میری وفات کے بعد زیارت کی تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں۔ دین میں ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا»[1]۔

---

(1) فتاویٰ شیخ الاسلام: 234/1

مسجد قرطبا

مسجد قبا

قبا اصل میں ایک کنویں کا نام ہے۔ تو قبا کی بستی اسی نام سے مشہور ہوئی۔ یہ بستی مسجد نبوی کے جنوب میں تقریباً تین کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور اب یہ بستی مدینہ میں داخل ہو چکی ہے۔

نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لاتے ہوئے قبا پہنچے تو وہاں ایک مسجد کی تعمیر کی جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَّمَسۡجِدٌ أُسِّسَ عَلَى ٱلتَّقۡوَىٰ مِنۡ أَوَّلِ يَوۡمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِۚ﴾

(البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں)۔ [سورۃ التوبۃ:108]

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «یہ آیت مسجد قبا کے سبب نازل ہوئی لیکن یہ حکم اس کو اور اس سے زیادہ حق دار مسجد کو بھی شامل ہے اور وہ مدینہ کی مسجد (مسجد نبوی) ہے»[1]۔

اور اہل قبا کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْۚ﴾

(اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں)۔ [سورۃ التوبۃ:108]

پھر نبی ﷺ مدینہ کی طرف اپنی ہجرت مکمل کرنے کے لیے چلے تو نماز جمعہ کا وقت

(1) منہاج السنۃ النبویۃ ۷/۴۷

بنو سالم کے محلے میں ہو گیا تو وہاں نماز ادا کی اور پھر چلے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے اور وہاں اپنی مسجد کی تعمیر کی۔

مسجد قبا میں نماز کی فضیلت

اہل مدینہ اور مدینہ آنے والے کے لیے مسجد قبا کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا مسنون ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِياً وَرَاكِباً» نبی ﷺ ہر ہفتہ کو مسجد قبا آتے پیدل بھی (بعض دفعہ) اور سواری پر بھی۔ (متفق علیہ)

اگر کوئی ہفتے والے دن مسجد قبا جا سکتا ہو تو یہ افضل ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر کسی بھی دن جا سکتا ہے۔ نیز ممنوع اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت وہاں زیارت کے لیے جا سکتا ہے اور نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور مسنون یہ ہے کہ وضو اپنے گھر پر یا جہاں وہ رہ رہا ہے وہیں کر لے کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ، فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً؛ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ» جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے، پھر مسجد قبا آئے اور اس میں نماز پڑھے، تو اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (سنن ابن ماجہ)

قبروں کی زیارت

زیارت قبور کی حکمتیں

پہلی حکمت:

اپنی موت کو یاد کرنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «فَزُورُوا القُبُورَ؛ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ المَوْتَ» قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت یاد دلاتی ہے۔(صحیح مسلم)

دوسری حکمت:

اموات کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کر کے ان پر احسان کرنا کیوں کہ میت کو دعا کا فائدہ ہوتا ہے اور نبی ﷺ جب بقیع قبرستان کی زیارت کرتے تو ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔اور مرُدوں کے لیے دعا کی جائے گی، اللہ کے ساتھ ان سے دعا نہیں مانگی جائے گی۔

زیارت قبور کی قسمیں

زیارت قبور کی دو قسمیں ہیں: 1-شرعی 2-غیر شرعی۔

پہلی قسم: شرعی زیارت:

اس سے مراد شریعت کے مطابق زیارت کرنا ہے جس سے زیارت کرنے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے کہ وہ موت اور آخرت کو یاد کرتا ہے اور اس کی تیاری کرتا ہے، اور میت کو بھی زیارت کرنے والے کی دعائے مغفرت سے فائدہ پہنچتا ہے۔

اس کا طریقہ:

زیارت کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو دعا وہ پڑھے جو وارد ہوئی، جیسا کہ بریدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قبرستان کی زیارت کے لیے جاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ العَافِيَةَ» سلام ہو تم پر اے مؤمنوں اور مسلمانوں کی جماعت اگر اللہ نے چاہا تو ہم لوگ بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے عافیت کی دعا مانگتے ہیں۔

اور ان (قبر والوں) کے لیے مغفرت اور رحمت وغیرہ کی دعا کرے۔ قبروں کی زیارت کا یہی طریقہ نبی ﷺ کا تھا۔

دوسری قسم: غیر شرعی زیارت:

اس سے مراد وہ زیارت ہے جو مشروع طریقے کے مطابق نہ ہو، اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

1- شرکیہ زیارت:

یہ وہ زیارت ہے جس میں زیارت کرنے والا مردوں کے لیے کوئی عبادت کرے۔ مثلاً مردوں سے حاجت پوری کرنے، یا تکلیفوں کو دور کرنے کا سوال کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُولِجُ ٱلَّيۡلَ فِي ٱلنَّهَارِ وَيُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِي ٱلَّيۡلِ وَسَخَّرَ ٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَۖ كُلّٞ يَجۡرِي لِأَجَلٖ مُّسَمّٗىۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمۡ لَهُ ٱلۡمُلۡكُۚ وَٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمۡلِكُونَ مِن قِطۡمِيرٍ ۞ إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ دُعَآءَكُمۡ وَلَوۡ سَمِعُواْ مَا ٱسۡتَجَابُواْ لَكُمۡۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكۡفُرُونَ بِشِرۡكِكُمۡۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيرٖ﴾

(وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے ہر ایک ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز) کے مالک نہیں اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (باخبر اللہ) کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا)۔ [سورہ فاطر: 13-14]

یہ زیارت صالح میت کے لیے تکلیف کا سبب بنتی ہے اور اس سے میت کو کوئی فائدہ

نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا نہیں کی گئی جبکہ وہ دعاؤں کا محتاج ہے۔اور زائر کو بھی اس سے نقصان ہوتا ہے کیونکہ اس طرح اس نے شرکِ اکبر کا ارتکاب کیا ہے۔

2- بدعی زیارت:

مثلاً قبروں پر اللہ سے دعا کرنا، یا قرآن کی تلاوت کرنا، یا ذکر کرنا یا مردوں کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرنا وغیرہ۔ کیونکہ کتاب و سنت اور فعلِ سلف سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اپنے لیے دعا کی غرض سے قبروں کی زیارت کرنا ، وہاں قیام کرنا ، ان (مردوں) سے مانگنا، بیماری سے شفا طلب کرنا ، ان کے ذریعے اللہ سے سوال کرنا یا ان کی جاہ وحشمت کا وسیلہ پکڑنا وغیرہ،تواس طرح کی زیارت بدعت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو مشروع نہیں قرار دیا اور نہ ہی سلف صالحین نے ایسا کیا ہے، بلکہ یہ ہُجر میں سے ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع کرتے ہوئے فرمایا: «زُورُوا القُبُورَ، وَلَا تَقُولُوا هُجْراً» قبروں کی زیارت کرو تم زبان سے بری بات نہ کہو۔ (سنن نسائی)

مذکورہ امور سب کے سب بدعت میں داخل ہیں البتہ ان میں فرق مراتب ہے بعض چنانچہ ان میں سے بعض بدعت ہیں شرک نہیں جیسے قبروں کے پاس اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا کرنا، یامیت کی جاہ وحشمت کا وسیلہ پکڑنا وغیرہ۔

اور بعض شرک اکبر میں سے ہیں ، جیسے مردوں سے دعا کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا وغیرہ[1]۔

(1) التحقیق والایضاح ص:106

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کا حکم

مرِدوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے، رہا عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا تو نبی ﷺ نے عورتوں کو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا: ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ القُبُورِ» رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔(ترمذی)

اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں، ان میں صبر کی کمی ہوتی ہے اس لیے قبروں کی زیارت کے وقت رونے، نوحہ کرنے اور جزع فزع کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اور اسی طرح اور کئی حکمتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

قبروں پر دانے ڈالنا یا خوشبو چھڑکنا

قبروں پر پرندوں کے لیے دانے ڈالنا جائز نہیں ہے یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے، اگر کوئی پرندوں کو خوراک ڈالنا چاہے تو وہ قبروں سے دور ایسا کرے۔ اور اسی طرح قبروں کو معطر کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ قبروں کے معاملے میں غلو کے زمرے میں آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالغُلُوَّ فِي الدِّينِ» دین میں غلو سے بچیں۔ (سنن نسائی)
میت کو اس عطر وخوشبو سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اسے تو زندوں کی طرف سے دعائے رحمت ومغفرت سے فائدہ ملتا ہے۔

قبرستانِ بقیع

قبرستانِ بقیع

بقیع مدینہ سے باہر ایک مقام تھا جو مسجد نبوی کے مشرق میں واقع ہے، وہاں پر غرقد کا درخت تھا اور اب وہ درخت بقیع میں موجود نہیں ہے اور اس جگہ کو بقیع الغرقد بھی کہا جاتا ہے۔

* قبرستانِ بقیع کی زیارت۔

مشروع طریقے سے قبرستانِ بقیع کی زیارت بھی مستحب ہے، جس طرح ہر قبرستان کی زیارت مستحب عمل ہے۔ عبرت، نصیحت اور مردوں کے لیے دعا کی غرض سے نبی ﷺ بقیع کی زیارت کیا کرتے تھے، جیسا کہ عائشہ بیان کرتی ہیں: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتِي - يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى البَقِيعِ» رسول اللہ ﷺ کی باری جب میرے پاس ہوتی تھی تو آخر رات میں قبرستانِ بقیع کے لیے نکل جاتے۔ (صحیح مسلم)

* کیا بقیع میں کسی صحابی کی قبر متعین ہے؟

قبرستانِ بقیع میں بعض صحابہ اور تابعین کو دفن کیا گیا، اور اکثر صحابہ وہاں دفن نہیں ہیں، کیونکہ وہ دین کی نشر واشاعت اور تبلیغ کے لیے زمین میں پھیل گئے تھے۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ ہم سے بہت دور ہے اس لیے ان میں سے کسی کی قبر متعین طور پر معلوم نہیں ہے اور جو کوئی کسی کی قبر کو متعین کرے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

کیا بقیع میں دفن ہونے کی کوئی خاص فضیلت ہے؟

کسی خاص جگہ یا وقت کی فضیلت کا ثبوت توقیفی امر ہے اور صحیح دلیل کا محتاج ہے لہذا کسی نص شرعی کے بغیر کسی خاص وقت یا جگہ کو مخصوص فضیلت والا قرار دینا جائز نہیں۔ بقیع میں دفن کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہے اور اس سلسلے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ اور عام طور پر جو کچھ بیان کیا جاتا ہے، وہ روایات یا تو ضعیف یا موضوع ہونے کہ وجہ سے صحیح نہیں ہیں، یا پھر وہ بقیع میں دفن ہونے کی فضیلت کے لیے دلیل نہیں بن سکتیں، اور اس کی تفصیل یہ ہے:

پہلی قسم: وہ دلائل جن سے بقیع میں دفن ہونے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی:

1 - وہ عام نصوص جن میں مدینہ کی عمومی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ان میں مدینہ کے دیگر مقامات کی نسبت بقیع میں دفن ہونے کی خصوصی طور پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اور جو لوگ بقیع کو خاص کرتے ہیں ان کی ذمے داری ہے کہ تخصیص کی دلیل پیش کریں، ورنہ ایسے تو جو بھی چاہے گا مدینہ کی خاص جگہوں کے متعلق خاص فضائل کا دعوی کرنے لگ جائے گا۔

2 - نبی ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا» جو مدینہ میں مر سکتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہیں مرے کیونکہ جو وہاں مرے گا میں اس کے حق میں سفارش کروں گا۔ (ترمذی)

اس حدیث سے بقیع میں دفن ہونے کی فضیلت نہیں بلکہ مدینہ میں فوت ہونے کی

فضیلت ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ مدینہ میں رہنے اور اس کی تکالیف پر صبر کرنے کی ترغیب ثابت ہوتی ہے[1]۔

3 - آپ ﷺ کا اہل بقیع کی زیارت کرنا، یہ ویسے ہی ہے جیسے آپ ﷺ نے شہدائے احد اور اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی لہذا یہ قبروں کی شرعی زیارت کے قبیل سے ہے، اس سے اس جگہ کی فضیلت یا وہاں دفن کرنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، ورنہ قبرستانِ احد میں دفن کرنے کی فضیلت بھی ثابت ہو جاتی۔

4 - اہل بقیع کے لیے آپ ﷺ کی یہ دعا: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الغَرْقَدِ» تم پر سلام ہو، اے مومنوں! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تمہارے پاس آگئی تم کو مہلت دے دی گئی ہے آنے والے دن تک، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیعِ غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ (صحیح مسلم)

آپ ﷺ کی یہ دعا ان لوگوں کے لیے خاص تھی جو آپ ﷺ کی زیارت کے وقت وہاں مدفون تھے، کیونکہ آپ نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا کہ تم سے جس کا وعدہ تھا (یعنی موت تمہارے پاس آچکی ہے)۔ تو اس لفظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ دعا اس وقت مدفون لوگوں کے لیے تھی۔ کیونکہ موت انہیں کو آئی تھی اس کے بعد دفن ہونے والے تو اس وقت فوت نہیں ہوئے تھے۔

(1) حاشیہ سندی 267/2، مرقاۃ المفاتیح 1884/5

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ: اگراللہ نے چاہاتو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ دعا خاص ان لوگوں کے لیے ہے کہ جو اس وقت وہاں مدفون تھے،اس لیے کہ جو بعد میں وہاں دفن ہوا اس سے نبی ﷺ ملنے والے نہیں ہو سکتے بلکہ وہ خود آپ ﷺ کے بعد فوت ہو کر آپ ﷺ سے ملنے والا ہو گا۔

5 - عائشہ کی وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ، فَنَادَانِي: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: قُولِي: السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ» اس وقت میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے جب تم نے دیکھا، توانھوں نے مجھے پکارا اور کہا کہ تمہارا پروردگار تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم بقیع والوں کے پاس جاؤ اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ان سے کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «کہو، اے اِس دیار (قبرستان) کے مومنوں اور مسلمانوں! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ضرور ملنے والے ہیں۔ (صحیح مسلم)

مذکورہ حدیث کے دو حصے ہیں۔

پہلا حصہ:

«إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ» کہ جبریل علیہ السلام

نے کہا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جائیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔

تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی دعا کے وقت وہاں مدفون تھے، کیونکہ حدیث میں ہے: «اہل بقیع کے پاس جائیں» تو جو نبی ﷺ کی زیارت کے وقت بقیع میں مدفون نہیں تھے،ان کا شمار «اہل بقیع» میں سے نہیں ، لہذاان کو یہ استغفار شامل نہیں ہے۔اس لیےاگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ یہ استغفار قیامت تک دفن ہونے والے سارے لوگوں کے لیے شامل ہے تواس کے لیے ضروری ہے کہ دلیل پیش کرے۔

دوسرا حصہ:

6 - «السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ»

«اے اِس دیار (قبرستان) کے مومنوں اور مسلمانوں! تم پر سلامتی ہو،اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائےاور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ضرور ملنے والے ہیں»۔

ان الفاظ کے ذریعہ آپ ﷺ نے دعا نہیں کی بلکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکھایا جب انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میں ان سے کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہو: «السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ...» اور یہ دعا مسلمانوں کے تمام قبرستانوں کے لیے عام ہے، صرف بقیع کے لیے خاص نہیں ہے، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ عائشہ نے سوال کیا کہ قبرستان میں ہم سلام کیسے کہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

کہ یہ کہا کرو: «السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ...»[1]۔

تو یہ دعا زندہ و مردہ تمام اہل ایمان کو شامل ہے، جیسا کہ صاحب مرقاۃ المفاتیح فرماتے ہیں کہ «المستقدمین» سے مراد وہ ہیں جو ہم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں اور «المستأخرین» سے مراد جو فوت ہونے والے ہیں[2]۔

لہذا زیارت قبور کے وقت جب کوئی یہ دعا پڑھتا ہے تو اس کی دعا تمام زندہ اور فوت شدہ اہل ایمان کو شامل ہوتی ہے، لیکن جو لوگ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے ان کو یہ شامل نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ لفظ ان پر دلالت کرتا ہے۔

یہ دعا اور جو اس سے پہلے مذکور ہے اہل بقیع کے لیے خاص نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے کسی بھی قبرستان میں یہ دعائیں پڑھنا مشروع ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کے وقت یہ پڑھنا مستحب ہے[3]۔

اور یہی بات ائمہ رحمہم اللہ کی تبویبات سے بھی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے لیے اپنی کتاب المصنف[4] میں یہ باب قائم کیا ہے «باب فی زيارة القبور» کہ قبروں کی زیارت کا بیان۔ اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی

---

(1) مصنف عبدالرزاق 6722
(2) مرقاۃ المفاتیح 44/7
(3) شرح مسلم 1259/4
(4)(574/3) حدیث نمبر (6718)

کتاب السنن الکبریٰ[1] میں یہ باب قائم کیا ہے «باب ما يقول اذا دخل مقبرة»۔ اور اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم[2] میں یہ باب قائم کیا ہے۔ «باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لأهلها» دخول قبر کے وقت کیا کہا جائے گا اور قبر والوں کے لیے دعا کا بیان۔

7 - اور سلف اہل قبور کے لیے یہی دعا کہا کرتے تھے، ہلال بن بن خباب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مجاہد رحمہ اللہ کے ساتھ مکہ کا سفر کیا تو وہ جب قبرستان کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے: «السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، يَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَلَاحِقُونَ»[3] «اے اِس دیار (قبرستان) کے مومنوں اور مسلمانوں! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی ضرور ملنے والے ہیں»۔

8 - بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بقیع میں دفن ہونے سے بقیع میں دفن کرنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ وہاں تو منافقین کو بھی دفن کیا گیا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول، لہذا زمین کسی کو عظمت و تقدس نہیں دیتی، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «إِنَّ الْأَرْضَ لَا تُقَدِّسُ أَحَدًا، وَإِنَّمَا يُقَدِّسُ الْإِنْسَانَ عَمَلُهُ»[4] کہ زمین کسی کو

---

(1) (131/4)

(2) (669/2)

(3) حلیۃ الاولیاء وطبقات الأصفیاء (286/3)

(4) الموطأ 769/2

عظمت وتقدس نہیں دیتی، بلکہ انسان کو اس کا عمل عظمت والا بناتا ہے۔

اور اکثر صحابہ کو بقیع میں دفن نہیں کیا گیا، بلکہ خلفائے راشدین بھی بقیع میں مدفون نہیں ہیں، ابو بکر و عمر نبی ﷺ کے پہلو میں دفن کئے گئے اور عثمان بھی مدینہ میں بقیع کے باہر دفن کئے گئے تھے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «عثمان کو بلا خلاف بقیع کی مشرقی جانب «کوکب» نامی شخص کے باغ[1] میں دفن کیا گیا»[2]۔

اور علی کو کوفہ میں دفن کیا گیا[3]۔

دوسری قسم: بقیع میں دفن ہونے کی فضیلت پر ضعیف اور موضوع احادیث کا بیان:

1- ابورافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے لیے ایک قبرستان (کی جگہ) تلاش تھی چنانچہ مدینہ کے اطراف واکناف میں دیکھا اور پھر بقیع کے بارے میں فرمایا: «أُمِرْتُ بِهَذَا الْمَوْضِعِ» مجھے اس جگہ کا حکم دیا گیا ہے۔اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

اور امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اس کی سند سخت کمزور ہے»[4]۔اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اس سند میں ایک راوی واقدی ہے ، جس کی

(1) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 468/5

(2) البدایہ والنہایہ 324/10

(3) منہاج السنۃ 43/7

(4) تلخیص المستدرک 209/3

حالت (شدت ضعف میں) معروف ہے اور ایک اور راوی ابو بکر بن عبداللہ بن المدینی ہے۔اور وہ تالف (بالکل قابل قبول نہیں) ہے»[1]۔

2- «يُحْشَرُ مِنَ الْبَقِيعِ سَبْعُونَ أَلْفاً عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ» کہ بقیع سے ستر ہزار لوگوں کو چودھویں چاند کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔(طبرانی)

ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی کو میں نہیں جانتا۔[2]

اور البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ «منکر» ہے،[3]۔

3- «أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ آتِي أَهْلَ البَقِيعِ فَيُحْشَرُونَ مَعِي، ثُمَّ أَنْتَظِرُ أَهْلَ مَكَّةَ» میں پہلا شخص ہوں گا جس سے زمین شق ہوگی، پھر ابو بکر، پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں جن سے زمین شق ہوگی پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے، پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا۔(ترمذی)

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس کی سندوں کا دارومدار «عبداللہ بن نافع» پر ہے جس کے بارے میں یحی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «لیس بشيً» (وہ کچھ نہیں ہے) اور علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے

---

(1) البدر المنیر 326/5
(2) مجمع الزوائد و منبع الفوائد 12/4
(3) السلسلۃ الضعیفۃ 5491

ہیں کہ وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ نےاسے متروک قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح اس کا دارومدار «عاصم بن عمر» پر ہے جس کو امام احمد اور یحی بن معین رحمہااللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے احتجاج (حجت بنانا) جائز نہیں ہے[1]۔

4- «الحَجُونُ وَالْبَقِيعُ: يُؤْخَذُ بِأَطْرَافِهِمَا وَيُنْثَرَانِ فِي الْجَنَّةِ» کہ حجون اور بقیع کو کناروں سے پکڑا جائے گا اور جنت میں بکھیر دیا جائے گا۔ عجلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل معلوم ہی نہیں ہے[2]۔ اور شوکانی رحمہ اللہ نے اس کو موضوعات (منگھڑت حدیثوں) میں ذکر کیا ہے[3]۔

5- «إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ» مجھے بقیع والوں کی طرف بھیجا گیا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھوں۔ (سنن نسائی)

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اس کی سند ضعیف ہے»۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ صحابہ کے لیے دعا کریں اور ان میں سے جن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی ان کی نماز جنازہ ادا کریں۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «آپ ﷺ کا یہ فرمان عموم کے قبیل سے ہے البتہ اس کا معنی خاص ہے یعنی آپ ﷺ کا فرمان گویا اس طرح ہے کہ

(1) العلل المتناهية في الاحاديث الواهية 432/2
(2) كشف الخفاء ومزيل الإلباس، 104/1
(3) الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة 113/1

اہل بقیع میں سے جن اصحاب کا میں نے جنازہ نہیں پڑھا تھا ان کا جنازہ پڑھنے کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے»[1]۔

تیسری قسم:

وہ چیزیں جن سے اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے:

1- مدینہ منورہ میں دس سے زیادہ قبرستان ہیں، اگر اسلاف کے ہاں بقیع میں دفن ہونے کی کوئی خاص فضیلت ہوتی تو اس میں دفن کرنے کا خوب اہتمام کرتے، لہذا اس کا مطلب ہے کہ بقیع اور مدینہ کے دوسرے قبرستان برابر ہیں اور ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

2- نبی ﷺ نے شہدائے احد کو احد پہاڑ کے پاس ہی دفن کردیا جن میں آپ ﷺ کے چچا حمزہ بھی تھے، تو اگر بقیع میں دفن کی خاص فضیلت ہوتی تو آپ ﷺ انہیں بقیع منتقل کرتے۔

3- اگر بقیع میں دفن کرنے کی فضیلت مدینہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے پھر تو اس فضیلت میں پوری سرزمینِ مدینہ اور اس کے تمام قبرستان بھی شامل ہیں، لہذا مدینہ کے دیگر مقامات کے مقابلے میں بقیع میں دفن کی کوئی خصوصیت نہیں رہ گئی۔

4- اسلاف کے ہاں تابعین اور ان کے بعد یہ بات معلوم تھی کہ بقیع میں دفن ہونا باقی قبرستانوں میں دفن ہونے کی نسبت کسی خصوصیت کا حامل نہیں ہے۔ امام مالک اور انہیں کی

(1) الاستذکار 121/3

سند سے امام شافعی رحمہااللہ، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے، جو کبار تابعین اور فقہاء مدینہ میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ بقیع میں دفن کیا جاؤں، مجھے اس کی نسبت کسی دوسری جگہ دفن ہونا زیادہ پسند ہے اس لیے کہ دو آدمیوں میں سے ایک آدمی کی قبر کی جگہ میری قبر بنے گی، یا تو ظالم ہوگا تو میں نہیں چاہتا کہ میں اس کے پڑوس میں دفن کیا جاؤں، یا نیک آدمی ہوگا تو میں نہیں چاہتا کہ اس کی ہڈیاں نکالی جائیں(1)۔

گزشتہ حقائق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بقیع میں دفن ہونے کی فی نفسہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ البتہ اس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہاں مردوں پر سلام پڑھنے اور ان کے لیے دعا کرنے والے کثرت سے جاتے ہیں۔

(1) الموطا ۲/326، الأم 1/316.

کیا مدینہ منورہ میں دفن باعث فضیلت ہے؟

فضیلت مدینہ منورہ میں فوت ہونے کی ہے مدینہ میں دفن ہونے کی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَمُوتَ بِالمَدِينَةِ؛ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّي أَشْفَعُ لَهُ، أَوْ أَشْهَدُ لَهُ» جو مدینہ میں مر سکتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہیں مرے کیونکہ جو وہاں مرے گا میں اس کے حق میں سفارش کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (سنن نسائی)

توجو کوئی مدینہ سے باہر فوت ہوا اور اسے مدینہ میں دفن کیا گیا تو وہ اس فضیلت کو نہیں پا سکتا۔

قبرستانِ شہدائے احد

قبرستانِ شہدائے احد

مقبرۂ شہدائے احد سے مراد وہ مقبرہ ہے جس میں غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دفنایا گیا۔ یہ قبرستان احد پہاڑ کے پہلو میں واقع ہے، اور احد پہاڑ مسجد نبوی کے شمال میں وہاں سے تقریباً تین کلو میٹر کی مسافت پر واقع ہے۔

غزوۂ احد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بڑی بہادری دکھائی۔ ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہو گئے، ان میں نبی ﷺ کے چچا حمزہ، مصعب بن عمیر اور جابر بن عبد اللہ کے والد عبد اللہ بن حرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ نبی ﷺ ان کی زیارت کیا کرتے تھے، اپنی وفات والے سال بھی آپ ﷺ شہدائے احد کی طرف گئے اور ان کی دینی قربانیوں پر ان کے لیے اس طرح دعا کی گویا آپ ان کو الوداع کر رہے ہیں۔ اور مقبرۂ شہدائے احد میں کسی صحابی کی قبر متعین نہیں ہے، کیونکہ ان قبروں کو صدیاں گزر چکی ہیں۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان فضائل و مناقب کے مالک ہیں کہ ان سے پہلے بھی اور ان کے بعد بھی کوئی ان فضائل کو نہیں پا سکا، اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ان کو جنت کی خوشخبریاں دی ہیں چنانچہ فرمایا:

﴿وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ﴾

(اور اللہ تعالی نے ہر ایک سے خوبی اور اچھائی (یعنی جنت) کا وعدہ کیا ہے)۔ [سورۃ النساء:95]

اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضامندی کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾

(جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے)۔ [سورۃ التوبۃ:100]

ان کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط تھا، ان کی راتیں تلاوت اور تہجد میں گزرتی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنَازِلَ الأَشْعَرِيِّينَ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالقُرْآنِ بِاللَّيْلِ» رات میں اشعریوں کے قرآن پڑھنے کی آواز سے میں ان کے ٹھکانوں کو پہچان لیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

اور کثرت نماز کی وجہ سے ان کے چہروں پر نور ظاہر ہوتا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ﴾

(سجود کے اثر سے ان کی چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں)۔ [سورۃ الفتح:29]

دین کی وجہ سے انہیں شدید ترین تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «جتنے بھی لوگ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تا قیامت ان پر صحابہ کا فضل واحسان رہے گا اور جو بھی خیر و بھلائی مسلمانوں میں پائی جاتی ہے وہ سب صحابہ کے کارناموں کی برکت کا نتیجہ ہے»(1)۔

ان کے فضائل کا تذکرہ کرنا واجب ہے اور ان سے محبت کرنا عبادت ہے، اور ان کی توقیر ایمان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «الأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ» انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ لہذا جو شخص ان سے محبت کرے اس سے اللہ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ (صحیح بخاری)

ان سے محبت اور ان کی تعظیم قیامت والے دن ان کے ساتھ اٹھائے جانے کا سبب ہے، ایک آدمی نے نبی ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس سے

(1) منهاج السنة النبوية 376/6

فرمایا: تونے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ اور تو کچھ نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: «فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ» میں بھی رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی اس محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا، اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔ (صحیح بخاری)

حقوقِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلمانوں پر عظیم حقوق ہیں۔ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

1- ان سے محبت کرنا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ﴾

(اور یوں تو اللہ تعالی نے ہر ایک سے خوبی اور اچھائی کا وعدہ کیا ہے)۔ [سورۃ النساء:95]

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جنھوں نے آپ ﷺ کی صحبت حاصل کی اگرچہ ایک دن ہی کیوں نہ ہو، سوائے منافقین کے، وہ تمام حتمی طور پر جنتی ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی سزا نہیں دی جائے گی[1]۔

2- ان سے راضی ہونا اور ان کے لیے دعا کرنا کیونکہ اللہ تعالی ان سے راضی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ﴾

(اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں گے، کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں

---

(1) الدرۃ فیما یجب اعتقادہ ص ٣٦٧

بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ایمانداروں کی طرف ہمارے دلوں میں دشمنی نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے)۔

[سورۃ الحشر:10]

3- ان کے تئیں دلوں کو صاف رکھنا۔ وہ امت میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ﴾

(اور ایمانداروں کی طرف ہمارے دل میں دشمنی نہ ڈال)۔ [سورۃ الحشر:10]

4- ان کی افضلیت اور فضیلت کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئے گا۔ پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئے گا۔ (صحیح بخاری)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ان جیسا نہ کوئی تھا اور نہ کوئی ہو سکتا ہے»[(1)]۔

5- ان کو برا نہ کہنا، ان کی شان میں کمی نہ کرنا اور ان کے مقام کو نہ گھٹانا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ» میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ تم میں سے

(1) فتاوی شیخ الاسلام ۱۵۶/۳

کوئی آدمی اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے وہ میرے صحابی کے ایک مد یا آدھے مد کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (صحیح بخاری)

6- اپنی اولاد کو ان کی محبت اور سیرت کی تعلیم دینا کیونکہ وہ نبی ﷺ کی صحبت میں رہے اور ہمارے تک دین کو پہنچایا۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اسلاف اپنی اولاد کو ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما کی محبت اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے»[1]۔

(1) شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ للالکائی ۷/۱۳۱۳

وہ مقامات جن کی زیارت غیر مشروع ہے

مدینہ میں دو مسجدوں اور دو مقبروں کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت مشروع نہیں ہے

جن دو مسجدوں کی زیارت مشروع ہے ان میں سے ایک:

مسجد نبوی ﷺ اور دوسری مسجد قبا ہے۔

ان دو کے علاوہ مدینہ کی ہر مسجد باقی مسجدوں کی طرح ہی ہے، اسے دیگر مساجد کی نسبت کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے اور بغرض زیارت ان مساجد کے لیے جانے پر شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی شرعا کوئی مستحب عمل ہے۔ بلکہ ان کی زیارت لوگوں کی ایجاد کردہ امور میں سے ہے جب کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ؛ فَهُوَ رَدٌّ» جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: «مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا؛ فَهُوَ رَدٌّ» جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «مدینہ میں مسجد قبا کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت کے لیے جانا شرعا درست نہیں ہے اور باقی مساجد کا حکم دیگر مسجدوں کی طرح ہی ہے اور نبی ﷺ نے بالخصوص ان کی زیارت نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ فقہائے مدینہ مسجد قبا کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت کے لیے نہیں جاتے تھے»[1]۔

---

(1) اقتضاء الصراط المستقیم 344/2

دو قبرستان جن کی زیارت مسنون ہے۔

1- قبرستان بقیع۔

2- قبرستان شہدائے احد۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دو مقبروں کی زیارت کی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ہم ان چار مقامات یعنی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسجد قبا، قبرستان بقیع اور شہداء احد کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت کے لیے نہیں جاتے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو مسجدوں اور دو مقبروں کے علاوہ کسی اور جگہ کا قصد بغرض زیارت نہیں کیا کرتے تھے»[1]۔

---

(1) فتاوی شیخ الاسلام 27/۳۸۱

کیا مسجد قبلتین کی کوئی خاص فضیلت ہے؟

بعض لوگ اس کو مسجد قبلتین اس لیے کہتے ہیں کہ صحابہ کے پاس اس مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف قبلہ تبدیلی کی خبر آئی تو دوران نماز انہوں نے اپنا رخ شمال سے جنوب کی طرف کر لیا۔

لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ مسجدِ قبلتین ہی تحویل قبلہ کی جگہ ہے۔ سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «یہ ان مساجد میں سے جو بعینہ ابھی معلوم نہیں ہیں»[1]۔

اور نہ ہی نبی ﷺ سے اس مسجد کی زیارت کرنا ثابت ہے اور نہ ہی کوئی فضیلت وارد ہوئی ہے اور نہ ہی تحویل قبلہ کی وجہ اس کی کوئی خصوصیت ہے بلکہ اس وقت کی تمام مساجد کے اندر مختلف اوقات میں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی گئی جن میں سب سے پہلے مسجد نبوی اور مسجد قبا ہیں۔

(1) وفاءالوفاء 3/۸۴۶

کیا مساجد سبعہ کی زیارت مشروع ہے؟

مساجد سبعہ سے مراد وہ سات الگ الگ چھوٹی چھوٹی مسجدیں ہیں جو مدینہ کے شمال مغربی جانب واقع سلع پہاڑ کے پیچھے ہیں۔

تاریخ میں جب سے ان کا ذکر آیا ہے ان کی تعداد چار ہی ملتی ہے لیکن لوگ ان کو مساجد سبعہ (سات مساجد) کہتے ہیں۔ اور ان سب کی کوئی اصل نہیں ہے۔ سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «ان کی کوئی اصل مجھے نہیں مل پائی ہے»[1]۔

لہذا ان مساجد کی زیارت مشروع نہیں ہے کیونکہ سنت میں ان کا ذکر نہیں ہے بلکہ لوگوں کی ایجاد ہے۔

(1) وفاء الوفاء 3/۴۳

مدینہ منورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات

غزوہ اُحد

غزوۂ بدر میں جب مشرکین کو شکست ہوئی اور بڑا نقصان ہوا تو انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیاری کا عزم کر لیا اور ایک سال تک تیاری کرتے رہے۔ شوال سن تین ہجری کو انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے مدینہ کا رخ کیا، ان کی تعداد تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی، وہ مدینہ کے شمال میں احد پہاڑی کے پاس آکر ٹھہرے۔

تو نبی ﷺ بھی ان کی طرف نکلے لیکن راستے میں منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول ایک تہائی لشکر کے ساتھ الگ ہو گیا چنانچہ اللہ کے رسول نے انہیں چھوڑ دیا اور باقی لشکر کو لے کر آگے بڑھ گئے جن کی تعداد سات سو تھی۔ انہوں نے احد پہاڑی کو اپنے پیچھے کر رکھا تھا۔

اور نبی ﷺ نے پچاس آدمیوں کو «جبل رماہ (تیر اندازوں کی پہاڑی)» پر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر ہر حالت میں ثابت رہیں۔ مشرکوں کی فوج مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان حد فاصل تھی۔

دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی اور مشرکین شکست کھا گئے۔ جب تیر اندازوں نے ان کی شکست دیکھی تو چالیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین «جبل رماہ» سے نیچے اتر آئے۔ تو خالد بن ولید جو اس وقت شرک پر تھے وہ «جبل رماہ» کے پیچھے سے مڑ کر ادھر آگئے اور باقی دس صحابہ جو «جبل رماہ» پر تھے انہیں شہید کر دیا اور مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ہمت ہار گئے اور باقی بکھر گئے اور کچھ مسلمان شہید ہو گئے۔

مشرکین نبی ﷺ تک پہنچ گئے وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی کر دیا اور آپ ﷺ کے رباعی دانت کو پتھر مار کر توڑ دیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سر پر موجود خود کو توڑ دیا اور زور سے پتھر مارا جسے لگنے سے آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے اور مشرکین نے آپ کو پالیا تو تقریباً دس کے قریب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے گرد حفاظت کے لیے جمع ہو گئے یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے۔

اور یہ سب واقعہ بروز ہفتہ پیش آیا۔ پھر جنگ ختم ہوئی اور ستّر افاضل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے اور مشرکین میں سے ۲۲ لوگ ہلاک ہوئے۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے (مسلمانوں کے) مقتول اہل جنت ہیں جب کہ ان کے مقتول اہل جہنم۔

غزوۂ احزاب

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کا واقعہ خود اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ اور ایک سورت کا نام ہی احزاب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اس غزوہ میں اللہ نے ان پر جو انعام کیا ہے اسے ہر وقت یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ اس سورہ کے آغاز میں فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَةَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُودٞ فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيحٗا وَجُنُودٗا لَّمۡ تَرَوۡهَاۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرًا﴾

(مومنو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جو (اس نے) تم پر (اس وقت کی) جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل) کئے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان کو دیکھ رہا ہے)۔ [سورۃ الأحزاب:9]

اور نبی ﷺ سفر سے واپسی، اور صفا مروہ پر یہ کہا کرتے تھے «وهزم الأحزاب وحده» کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ہی گروہوں کو شکست دے دی، تاکہ مسلمان اس غزوہ میں ملنے والی نعمتوں کو یاد رکھیں۔

یہ انتہائی ہولناک و خوفناک غزوہ تھا، 5 ہجری کی سرد راتوں میں تمام (غیر مسلم) گروہ نبی ﷺ سے جنگ کے لیے اکھٹے ہوئے تھے۔ جب نبی ﷺ کو ان کے چلنے کا پتہ چلا تو مسلمانوں کو مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تو انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی جب کہ وہ تھکاوٹ، سردی اور بھوک کی حالت میں تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ ان حالت کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں: «عَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ، - أي صخرة -

فَجَاءُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا: هَذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الخَنْدَقِ، فَقَالَ: أَنَا نَازِلٌ، ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ، - أي: من الجوع -، قال: وَلَبِثْنَا ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ لاَ نَذُوقُ ذَوَاقاً» ہم غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود رہے تھے کہ ایک بہت سخت قسم کی چٹان نکلی (جس پر کدال اور پھاوڑے کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے خندق کی کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی) صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ خندق میں ایک چٹان ظاہر ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اندر اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اس وقت (بھوک کی شدت کی وجہ سے) آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا اور ہم لوگوں نے تین دنوں سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ (صحیح بخاری)

مشرکین دس ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ پہنچے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین ہزار صحابہ کے ہمراہ نکلے۔ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان خندق حائل تھا، اور انہوں نے ایک مہینے تک مسلمانوں کا محاصرہ کئے رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے التجا کی ان دعاوں کے ساتھ کہ: «اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ» اے اللہ! انہیں شکست دے اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دے۔ (متفق علیہ)

تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کے لیے اپنی مدد نازل کی اور کافروں کو شدید ٹھنڈ ہوا کے ذریعہ سزا دی، اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل فرمایا جو انہیں ڈراتے تھے اور ان کے دلوں کو کاٹ رہے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيحٗا وَجُنُودٗا لَّمۡ تَرَوۡهَاۚ﴾

(ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل) کئے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے)۔

[سورۃ الأحزاب:9]

پھر کفار انتہائی ناکامی اور بدترین رسوائی کے ساتھ مدینہ سے نکل گئے۔

آبِ زمزم

آبِ زمزم کے فضائل

سعودی حکومت — اللہ اسے اپنی توفیق سے نوازے - ہر دن مکہ مکرمہ سے مسجد نبوی آبِ زمزم پہنچانے کا بندوبست کرتی ہے، تاکہ زائرین اس سے مستفید ہوں۔ آبِ زمزم کے تین فضائل ہیں:

1 - آب زمزم کا بابرکت ہونا:

یہ مبارک پانی ہے، آپ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا: «إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ» بے شک یہ بابرکت ہے۔ (صحیح مسلم)

2 - اس کا غذا ہونا:

زمزم بدن کو اسی طرح فائدہ پہنچاتا ہے جس طرح کھانا فائدہ دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ» بے شک زمزم کھانے والے کا کھانا ہے۔ (صحیح مسلم)

اسی کے متعلق ابو ذر فرماتے ہیں: «وَشَرِبْتُ مِنْ مَائِهَا، وَلَقَدْ لَبِثْتُ، يَا ابْنَ أَخِي ثَلَاثِينَ، بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، مَا كَانَ لِي طَعَامٌ إِلَّا مَاءُ زَمْزَمَ، فَسَمِنْتُ حَتَّى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِي، وَمَا وَجَدْتُ عَلَى كَبِدِي سُخْفَةَ جُوعٍ - أَيْ: رِقَّةَ الْجُوعِ وَضَعْفَهُ وَهُزَالَهُ» اور زمزم کا پانی پیا، اے میرے بھتیجے! میں وہاں تیس راتیں اور تیس دن رہا اور سوائے آبِ زمزم کے کوئی کھانا میرے پاس نہ تھا۔ جب مجھے بھوک لگتی تو اس کو پی لیتا پھر میں موٹا ہو گیا یہاں تک کہ موٹاپے سے میرے پیٹ کی بٹیں جھک گئیں اور میں نے اپنے کلیجہ میں بھوک کی ناتوانی نہیں پائی۔ (صحیح مسلم)

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «میں نے ایسے شخص کو دیکھا جو کئی دن تقریباً آدھ مہینے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ صرف زمزم کو بطور غذا استعمال کرتا رہا اور کبھی بھوک محسوس ہی نہیں ہوئی اور لوگوں کے ساتھ انہیں کی طرح طواف کر رہا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ کبھی وہ چالیس دنوں تک اسی طرح رہتا ہے»[1]۔

3 - یہ شفا ہے:

زمزم میں اللہ کے حکم سے ہر مرض کی شفا ہے، نبی ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: «وَشِفَاءُ سُقْمٍ» ہر بیماری کی شفا ہے۔ (البزار)

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «زمزم سے علاج کے متعلق مجھے اور میرے علاوہ دوسروں کو بھی عجیب و غریب امور کا تجربہ ہوا ہے اور میں نے کئی بیماریوں میں اس سے علاج کیا ہے اور اللہ کے حکم کے شفایاب بھی ہوا ہوں»[2]۔

---

(1) زادالمعاد: 361/4

(2) زادالمعاد: 361/4

کیا آبِ زمزم سے وضو کرنا جائز ہے؟

آبِ زمزم سے وضو، غسل اور نظافت و پاکی حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بھی پانی ہی ہے۔ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «مبارک پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اس کی برکت اس سے وضو کرنے کی کراہت کا باعث نہیں ہے۔اس بنیاد پر زمزم سے وضو کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے»[1]۔

(1) زاد المعاد: 584/3

کیا مکہ سے باہر منتقل کرنے پر آبِ زمزم کا نفع ختم ہو جاتا ہے؟

آبِ زمزم کی برکت مکہ میں بھی اور مکہ سے باہر بھی باقی رہتی ہے اور اس کا نفع مکہ سے باہر منتقل کرنے پر ختم نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «اگر کوئی آبِ زمزم باہر لے کر جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ اسلاف لے جایا کرتے تھے»[1]۔

اور آبِ زمزم میں دوسرا پانی ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دونوں ہی پانی ہیں۔

(1) فتاویٰ شیخ الاسلام 154/26

مکہ مکرمہ کا سفر

مدینہ میں کہاں سے احرام باندھوں؟

اہل مدینہ اور وہاں سے گزرنے والوں کا میقات «ذوالحلیفہ» ہے اور یہ ایک پودے کا نام ہے جو وہاں ہوتا تھا۔ اس جگہ کا نام «ابیارِ علی» ہے۔ اور یہ مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں تقریباً دس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور یہ تمام مواقیت میں مکہ سے سب سے زیادہ دور ہے چنانچہ مکہ سے تقریباً چار سو(400)کلو میٹر کی مسافت پر پڑتا ہے۔

جو کوئی مدینہ منورہ سے حج یا عمرے کا ارادہ رکھتا ہو چاہے وہ اہل مدینہ میں سے ہو یا نہ ہو اس کے لیے بغیر احرام کے اس میقات سے آگے گزرنا جائز نہیں ہے اگر وہ گزر گیا تو اس کو دوبارہ احرام کے لیے واپس آنا ہو گا ورنہ دم دینا پڑے گا۔

کیا مدینہ میں اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھ سکتے ہیں؟

مدینہ منورہ میں اپنی رہائش گاہ پر غسل کرنا اور احرام کے کپڑے پہننا جائز ہے اور جب میقات پہنچیں تو چلتے چلتے ہی احرام کی نیت کر لیں اور تلبیہ پڑھیں «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ» میقات پر نیت یا دو رکعت نماز کے لیے رکنا ضروری نہیں ہے۔

کیا حائضہ عورت میقات پہنچ کر احرام باندھے گی؟

حائضہ عورت بھی وہی سب کچھ کرے گی جو دوسرے لوگ کرتے ہیں، احرام، تلبیہ اور محظوراتِ احرام (احرام کی حالت میں ممنوعہ کاموں) سے اجتناب وغیرہ۔ وہ صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی، جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائے۔

اگر سفر کا وقت ہو جائے اور عورت حالت حیض ہی میں ہو تو کیا طواف کر سکتی ہے؟

حائضہ عورت کے ذمے بچا ہوا طواف درج ذیل دو حالتوں میں سے ایک حالت سے خالی نہ ہو گا:

1- اگر اس کے ذمے حج کا طوافِ افاضہ یا عمرے کا طواف باقی ہو اور سفر کے واپسی کا وقت ہو جائے اور اس کے لیے پاکی تک مکہ میں رکنا ممکن نہ ہو اور سفر کے بعد واپسی بھی میسر نہ ہو تو اس بارے میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: « صحیح قول کے مطابق اس کے لیے احتیاطی تدبیر کے ساتھ حج کی نیت سے طواف کرنا جائز ہے اور یہ طواف اس کے لیے کافی ہو گا، علماء کی ایک جماعت جن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان کے شاگرد ابن القیم رحمہا اللہ اور دوسرے کئی اہل علم کا یہی موقف ہے»[1]۔

2- اور اگر اس پر طواف وداع باقی ہو تو وہ سفر کر سکتی ہے۔ اس پر کوئی بھی چیز نہیں ہے اور اس کا حج صحیح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الحَائِضِ» لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا کہ ان کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو یعنی طواف وداع البتہ حائضہ سے یہ معاف کر دیا گیا۔ (متفق علیہ)

(1) فتاویٰ تتعلق باحکام الحج والعمرۃ والزیارۃ 118/1

زائرین مدینہ منورہ

زائرین مدینہ کے لیے گھر واپسی پر خاص پیغام

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اس کے لیے مکمل عبودیت اختیار کرنا ہے، جس نے حج کیا، عمرہ کیا یا مسجد نبوی کی زیارت کی تو وہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ عبودیت کی بہتر سے بہتر حالت میں اپنے وطن واپس لوٹے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اسباب معاون ہیں:

1 - توحید پر ثابت قدمی کے ساتھ ساتھ مردوں اور قبر والوں سے دعا، ان سے استغاثہ اور طلبِ حوائج سے اجتناب کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَٱسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَ﴾

(سوائے پیغمبر ﷺ آپ جمے رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے)۔ [سورۃ الھود: 112]

2 - تمام معاملات میں نبی ﷺ کی پیروی کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ
لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا﴾

(تم کو پیغمبر اللہ کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو)۔ [سورۃ الأحزاب: 21]

3 - فرض نمازیں مسجدوں میں جا کر پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرۡكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ﴾

(اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔ (یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو)۔ [سورۃ البقرہ: 43]

4 - بہترین نمونہ بننا، جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا یا مسجد نبوی کی زیارت کی اس پر لازم ہے کہ ہر جگہ پر دوسروں کے لیے مصلح بن جائے۔

5 - کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا اور اس میں تدبر کرنا۔ یہ اللہ کے حکم سے فتنوں سے بچاؤ اور خیر و برکات کا سبب ہے۔ جو اس کے قریب ہوا اس نے عظیم برکت کو پالیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٞ﴾

(یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے ایک حرف پڑھنے پر ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس سے لے کر کئی گنا نیکیوں کے برابر ہے)۔ [سورۃ ص:29]

6 - حدیث اور شرعی علوم کی کتابیں پڑھنا، کیونکہ ان کتابوں میں قرآن کا بیان اور اس کی توضیح ہے اور اس کے ذریعے انسان دنیا اور آخرت میں رفعت اور بلندی کو پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَرۡفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ دَرَجَٰتٖ﴾

(اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور علم دیئے گیے ہیں درجے بلند کردے گا)۔ [سورۃ المجادلۃ: 11]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سبھوں کے نیک اعمال کو قبول فرمائے اور دین پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور ہمارے نبی محمد پر درود وسلام نازل فرمائے۔

۞ ۞ ۞

الحمدللہ ختم شد

فہرست مضامین

تقدیم 7
مقدمہ 13
مدینہ منورہ کا سفر 15
اخلاصِ نیت 17
ریاکاری کی تباہ کاریاں 20
مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والا کیا نیّت کرے؟ 22
عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا 24
کسی شخص کے ذریعے نبی ﷺ کو سلام بھیجنے کا حکم 25
مدینہ منورہ کی طرف پہنچنا 27
مدینہ منورہ پہنچنے کی نعمت 29
مدینہ اسلام سے پہلے 30
مدینہ کے ناموں کا بیان 32
وہ نام جسے نبی ﷺ نے مدینہ کے لیے ناپسند فرمایا 34
نبی ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کیوں کی؟ 36
کیا مدینہ میں داخل ہونے کی کوئی خاص دعا ہے؟ 37
زائرینِ مدینہ کے لیے چند آداب 38

زائرین مدینہ کا یومیہ شیڈول 40
فضائل مدینہ نبویہ 43
مدینہ کی فضیلت 45
مسجد نبوی 67
مسجد نبوی کے فضائل 69
مسجد نبوی کی تعمیر اور توسیع کے مختلف ادوار 71
ریاض الجنۃ 75
محراب 76
منبر 77
مسجد نبوی میں آتشزدگی 80
مسجد نبوی میں نماز 81
مسجد نبوی میں داخل ہونے کی دعا 83
مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت 84
مسجد نبوی میں نماز باجماعت کہاں پڑھی جائے؟ 85
ریاض الجنۃ میں نماز افضل ہے یا امام کے پیچھے؟ 86
صفوں کو مکمل کرنے کی مشروعیت 87
امام کے آگے نماز پڑھنے کا حکم 90
نماز جنازہ کا مسنون طریقہ 91

کیا متعدد جنازوں کی صورت میں قیراط بھی متعدد ہوں گے؟ 92
کیا کسی بھی وقت نفلی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ 93
مسجد نبوی میں نماز کے علاوہ کون سے اعمال کا اہتمام کیا جائے؟ 94
کیا مسجد نبوی میں چالیس فرض نمازیں پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے؟ 95
مسجدِ نبوی میں آواز بلند کرنا 96
مسجد نبوی سے نکلنے کی دعا 97
اگر کوئی حج کرے اور مسجد نبوی کی زیارت نہ کرے تو کیا اس کا حج ناقص ہے؟ 98
آپ ﷺ کا گھر 99
نبی ﷺ کا گھر 101
نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن 108
حجرہ نبویہ 117
حجرہ نبویہ 119
حجرۂ نبوی کی دیواروں کی موجودہ لمبائی 148
خارجی جالی 150
جالی کے احاطے میں حجرہ کا محل وقوع 153
سلام کرنے کی جگہ اور قبر نبوی ﷺ کے درمیان کا فاصلہ 154
شمالی جانب سے جالی اور قبر کے مابین فاصلہ 156
کیا حجرۂ نبوی میں داخل ہونا ممکن ہے؟ 158

دیواروں اور جالی کی حکمت 159
گھر کی چھت اور گنبد 160
نبی ﷺ اور صاحبین کی قبریں صرف دو مرتبہ دیکھی گئی ہیں 164
کیا حجرہ نبوی کی دیواریں تبرک کی نیت سے چھونا جائز ہے؟ 166
تبرک 167
نبی ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے قبروں کی زیارت 171
ہمارے نبی محمد ﷺ 173
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 176
عمر بن خطاب صحابہ رضی اللہ عنہ 178
نبی ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی کیفیت 180
کیا نبی ﷺ کو مسجد میں دفن کیا گیا؟ 181
نبی ﷺ اور صاحبین کی قبروں کی زیارت کا طریقہ 186
کیا قبر نبوی کے پاس اللہ سے دعا کر سکتے ہیں؟ 188
نبی ﷺ کی جاہ و حشمت کے وسیلے سے دعا کرنے کا حکم 189
کیا نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ سے کچھ مانگنا جائز ہے؟ 191
نبی ﷺ کی قبر پر فاتحہ خوانی کا حکم 193
نبی ﷺ کی قبر کے پاس زیادہ دیر تک کھڑے رہنے کا حکم 194
سلام کے لیے بار بار نبی ﷺ کی قبر پر حاضر ہونے کا حکم 195

دور سے قبر کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے کا حکم 196
نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے متعلق ضعیف احادیث 197
مسجد قبا 199
مسجد قبا 201
مسجد قبا میں نماز کی فضیلت 203
قبروں کی زیارت 205
زیارت قبور کی حکمتیں 207
زیارت قبور کی قسمیں 208
عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کا حکم 212
قبروں پر دانے ڈالنا یا خوشبو چھڑکنا 213
قبرستانِ بقیع 215
قبرستانِ بقیع 217
کیا بقیع میں دفن ہونے کی کوئی خاص فضیلت ہے؟ 218
کیا مدینہ منورہ میں دفن باعث فضیلت ہے؟ 229
قبرستانِ شہدائے احد 231
قبرستانِ شہدائے احد 233
صحابہ 235
فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم 237

حقوقِ صحابہ رضی اللہ عنہم 240
وہ مقامات جن کی زیارت غیر مشروع ہے 243
مدینہ میں دو مسجدوں اور دو مقبروں کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت مشروع نہیں ہے
.... 245
کیا مسجد قبلتین کی کوئی خاص فضیلت ہے؟ 247
کیا مساجد سبعہ کی زیارت مشروع ہے؟ 248
مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کے غزوات 249
غزوۂ احد 251
غزوۂ احزاب 253
آبِ زمزم 257
آبِ زمزم کے فضائل 259
کیا آبِ زمزم سے وضو کرنا جائز ہے؟ 261
کیا مکہ سے باہر منتقل کرنے پر آبِ زمزم کا نفع ختم ہو جاتا ہے؟ 262
مکہ مکرمہ کا سفر 263
مدینہ میں کہاں سے احرام باندھوں؟ 265
کیا مدینہ میں اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھ سکتے ہیں؟ 266
کیا حائضہ عورت میقات پہنچ کر احرام باندھے گی؟ 267
اگر سفر کا وقت ہو جائے اور عورت حالت حیض ہی میں ہو تو کیا طواف کر سکتی ہے؟ 268

زائرین مدینہ منورہ 269
زائرین مدینہ کے لیے گھر واپسی پر خاص پیغام 271
فہرست مضامین 275

مملکت سعودی عرب کے اس عہدِ زریں میں مدینہ منورہ کو اس مبارک ملک کے حکمرانوں کی خصوصی توجہ حاصل ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور ان کے مقدس مقامات کی تعظیم کے تیئں ان حکمرانوں کی توجہ و عنایت کا ایک تسلسل ہے - اس خصوصی اہتمام کا اثر حجاج، زائرین اور عمرہ کرنے والوں نے واضح طور پر محسوس کیا ہے - رئاسہ عامہ برائے امور مسجد حرام و مسجد نبوی میں رہتے ہوئے ہماری پوری کوشش ہے کہ حرمین شریفین کے بلند مقام و مرتبہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جائے، زائرین، حجاج اور معتمرین کو کتاب و سنت کی روشنی میں مسجد حرام اور مسجد نبوی کے احکام و آداب سے روشناس کرایا جائے جس سے اس بہترین حکومت کی توقعات بر آسکیں-

فاضل مولف کا میرے بارے میں یہ حسن ظن ہے کی انہوں نے اپنی اس تالیف کے لیے بطور مقدمہ مجھے یہ چند سطریں لکھنے کا موقع عنایت فرمایا -

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب اور اس کے مؤلف کو لوگوں کے لیے نفع بخش بنائے، نیز میرے، مؤلف اور قارئین کتاب کے اجر و ثواب کو دوگنا چوگنا کر دے اور ہمارے عقیدہ، ہماری قیادت، ہمارے ملک اور ہماری خوشحالی، امن و امان اور استقرار کی حفاظت فرمائے - اللہ ہی سب سے بہتر ہے کہ اس سے مانگا جائے اور وہی سب سے زیادہ سخی و فیاض ہے کہ اس سے لو لگایا جائے اور امیدیں وابستہ کی جائیں-

اللہ تعالی ہمارے نبی محمد اور آپ کے آل و اصحاب پر بے شمار درود و سلام نازل فرمائے - -

محبكم الداعي لكم

از

عبد الرحمن بن عبد العزیز السدیس

صدر عمومی برائے امور مسجد حرام و مسجد نبوی

و امام و خطیب مسجد حرام

ردمك: ٩٧٨-٦٠٣-٠٢-٥٦٠٥-١